جِلد —— 54
شمارہ نمبر —— E-06

جون
2021

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

Getting Vaccinated is the best way to protect yourself from COVID-19.

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

سرپرستِ اعلیٰ

محمود الٰہی فاروقی

نائب مدیر

محمد عارف

مدیر و ناظم

عبید الرحمٰن

ناشر

صبور احمد شمسی

معاون خاص: جناب اسلم صدیق سولیجہ

انچارج شعبہ اشتہارات: صبور احمد

نائب انچارج شعبہ اشتہارات: محمد نسیم شاہد

رابطہ دفتر:

انجمن پنجابی سوداگران تیسری منزل ابراہیم اسٹیٹ نزد ڈیوی فری شاپ مین شاہراہِ فیصل، کراچی

Land line: 021-34537374 Cell no. : 0321-2189113

Email: apsquamigazette@gmail.com

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۱	سورۃ النساء کے مضامین	کنزالایمان	۸
۲	روشن خیالات	ذرائع ابلاغ	۱۲
۳	صالح اعمال	ذرائع ابلاغ	۱۳
۴	نظم	زعیم مشتاق	۱۵
۵	بیٹی ایک رحمت	سائرہ ناز	۱۶
۶	بات ہے رسوائی کی	ذرائع ابلاغ	۱۷
۷	ایٹم بم کی تباہ کاری اور اس کے اثرات	ذرائع ابلاغ	۱۹
۸	غزل	انعم منیر	۲۲
۹	عالمی یومِ ماحول	چیف آف دی نیول اسٹاف	۲۳
۱۰	امام نسائی	راناذیشان سلفی	۲۵
۱۱	ایک سبق ایک درس	ذرائع ابلاغ	۲۷
۱۲	نظم	قیوم نظر	۲۹
۱۳	دلچسپ اور عجیب	ذرائع ابلاغ	۳۰
۱۴	تعلیمی نظام سے معافی مانگیں	سید عارف نوناری	۳۳
۱۵	دورِ غزنوی	ذرائع ابلاغ	۳۷
۱۶	صحرا کا جہاز	ذرائع ابلاغ	۳۸
۱۷	اسلام کا سنہرا دور	ذرائع ابلاغ	۴۰
۱۸	قدیم جاپانی فنون	عروج سعد	۴۷
۱۹	کمپلینٹ باکس	ذرائع ابلاغ	۴۹
۲۰	اہلِ قلم	ذرائع ابلاغ	۵۳
۲۱	فضائلِ حج	مفتی محمد وقاص رفیع	۵۵
۲۲	زوجہ سے لڑنے کے فوائد	ذرائع ابلاغ	۵۹

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۲۳	طبِ نبوی ﷺ	ذرائع ابلاغ	۶۱
۲۴	تھائی رائیڈ کا علاج	ایچ۔ٹی وی اردو	۶۲
۲۵	نظم	شاین اقبال اثر	۶۴
۲۶	نسلِ نو ذہنی دباؤ کی زد میں	وجیہہ ناز سہر وردی	۶۵
۲۷	احتیاط لازم ہے	ذرائع ابلاغ	۶۸
۲۸	آخرت کی تیاری	ذرائع ابلاغ	۶۹
۲۹	بزمِ ادب	ساجدہ	۷۲
۳۰	غزل	احمد فراز	۷۴
۳۱	بڑوں کے غصے کے محرکات	ذرائع ابلاغ	۷۹
۳۲	موبائلیا	ذرائع ابلاغ	۸۱
۳۳	اولاد کے حقوق	محمد علی	۸۸
۳۴	علم دریچے	ذرائع ابلاغ	۹۵
۳۵	ایک ماں کی آپ بیتی	ذرائع ابلاغ	۹۷
۳۶	ہنسی گھر	ذرائع ابلاغ	۹۹
۳۷	بوجھو تو جانیں	ذرائع ابلاغ	۱۰۰
۳۸	گھریلو ٹوٹکے	ذرائع ابلاغ	۱۰۱
۳۹	کھانا خزانہ	ذرائع ابلاغ	۱۰۳
۴۰	بیت بازی	ذرائع ابلاغ	۱۰۵
۴۱	مسنون اذکار	ذرائع ابلاغ	۱۰۶

عہدیداران وارا کین مجلس منتظمہ

۲۰۲۰

انجمن پنجابی سوداگران

اسمائے گرامی

۱	جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب	صدر
۲	جناب منصور الٰہی شمسی صاحب	نائب صدر
۳	جناب صبور احمد شمسی صاحب	جنرل سیکریٹری
۴	جناب محمد اسماعیل بزاز صاحب	جوائنٹ سیکریٹری
۵	جناب محمد اسلم صدیق سولیجہ صاحب	خازن
۶	جناب عبد المالک شیخ صاحب	نائب خازن
۷	جناب محمد سعود الٰہی صاحب	ناظم جائیداد سب کمیٹی
۸	جناب رئیس احمد صاحب	ناظم وصولی زکوۃ سب کمیٹی
۹	جناب فرقان احمد شمسی صاحب	ناظم تقسیم زکوۃ سب کمیٹی
۱۰	جناب عبید الرحمن صاحب	ناظم قومی گزٹ سب کمیٹی
۱۱	جناب محمد جمیل راجہ صاحب	ناظم تقریبات سب کمیٹی
۱۲	جناب سلمان جمیل چاؤلہ صاحب	ناظم ممبر سازی سب کمیٹی
۱۳	جناب فرحان اقبال صاحب	ممبر
۱۴	جناب شعیب شمسی صاحب	ممبر
۱۵	جناب محمد عارف صاحب	ممبر
۱۶	جناب کامران متین بٹلہ صاحب	ممبر
۱۷	جناب فیصل زاہد صاحب	ممبر
۱۸	جناب ذیشان منظور صاحب	ممبر
۱۹	جناب ارشد عالم صاحب	ممبر
۲۰	جناب خالد متین صاحب	ممبر
۲۱	جناب شاہد انور شمسی صاحب	ممبر

ماہنامہ قومی گزٹ کے خصوصی معاونین

☆جناب محمد صدیق سولیجہ صاحب (مرحوم)

☆جناب ارشد عالم شمسی صاحب

☆جناب ضیاء الرحمٰن شمسی صاحب

☆جناب شمیم صدیقی صاحب

☆محترمہ آرزو دلیل صاحبہ

☆جناب عمران شمیم صاحب

☆جناب عادل نعمان صاحب

☆جناب ریاض احمد شمسی صاحب

☆جناب محمد وثیق شمسی صاحب

☆جناب انصار فرید الدین صاحب

☆جناب حاجی احمد ذیشان صاحب

☆جناب عبید الرحمٰن صاحب لاہور والے

☆جناب خالد متین صاحب

☆ڈاکٹر نظام الحق صاحب

☆جناب محمد نسیم شاہد صاحب

☆جناب محمد ظفر سولیجہ صاحب

☆جناب صبور احمد صاحب

☆جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب

☆جناب بدر الدین الوجیہہ صاحب

☆جناب حارث اقبال صاحب

☆جناب آفتاب احمد کلکتہ والے

☆جناب محمد ہارون صاحب ڈیفنس والے

☆جناب جمیل راجہ صاحب

☆جناب فخر احمد شمسی صاحب

☆جناب فرقان احمد ڈھاکہ والے

☆جناب پرویز منظور صاحب

☆جناب جمیل اقبال صاحب

☆جناب شاہد اقبال صاحب

☆جناب امداد احمد سولیجہ صاحب

☆جناب اسلم کھوریہ صاحب

☆جناب عقیل احمد شمسی صاحب

☆جناب شعیب شمسی صاحب

☆جناب محمد اسماعیل صاحب

☆جناب فرحان اقبال صاحب

ادبی اور سماجی خدمات کے اس جذبے پر ہم معطی خواتین و حضرات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اپنی برادری اور عزیز و اقارب کا خاص خیال کریں

آگے بڑھیں اقدام لیں۔۔۔ اپنوں کو اپنائیں اپنائیت کے ساتھ۔۔۔ یہ اپنے ہی ہیں جو محروم رہ گئے

"کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو وہ اسکی جگہ اور چیز دے دیتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"

پ22، رکوع 11، آیت 39 سورۃ سبا

انجمن پنجابی سوداگران کا ادارہ 1957 سے برادری اور دیگر مستحقین کی حاجات پوری کرنے میں حسب استطاعت و حسب توفیق سرگرم عمل ہے

بے کس گھرانوں کی ماہانہ کفالت ہو یا مجبور گھروں کی بچیوں کی شادی، نادار مریضوں کا علاج معالجہ ہو یا

لاچار مریضوں کی غم خواری، بنیادی تعلیم ہو یا ہونہار طلبہ طالبات کی اعلیٰ تعلیم

غرض ہر شعبے میں ادارے کے اعزازی منتظمین اخلاص نیت اور خوف خدا کے ساتھ آپ کی امانتوں کی پاسداری کرتے ہوئے شفاف طریقے سے بذریعہ کراس چیک محروم خواتین و حضرات کو اکرام کے ساتھ اور ان کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے امداد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان مستحقین کی امداد ہمارا فرض ہے۔ زکوٰۃ ہمارے اور آپ کے اوپر فرض و قرض ہونے کے ناطے آپ ادارے کا دست و بازو بن کر شفاف طریقے سے اپنوں کی ضروریات پوری کرنے کی مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔

ادارے نے اب اپنے مشن کا ہدف عطیات کے ذریعے سفید پوش ضرورتمندوں کی حاجات خصوصاً تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی جانب مرکوز کیا ہے تاکہ آج کے لینے والے ہاتھ کل دینے والے بن جائیں۔

زکوٰۃ و عطیات کی ترسیل کے لئے۔

اکاؤنٹ بنام

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران

Acc. Title

Kul Pakistan Anjuman Punjabi Suadagran

فیصل بینک

اکاؤنٹ نمبر: 127-2004054-001 برائے زکوٰۃ

اکاؤنٹ نمبر: 127-2000458-001 برائے عطیات

میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر: 0130-0100026365 برائے زکوٰۃ و عطیات

رابطہ:

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران (رجسٹرڈ)

تھرڈ فلور، ابراہیم اسٹیٹ بلڈنگ مین شاہراہ فیصل نزد ویلی فری شاپ کراچی۔

فون نمبر: 021-34537374, 0331-2830729

سورہ النساء کے مضامین

تعارف:

سورۃ النساء مدنی سورت ہے جس میں ایک سو چھیالیس آیات ہیں۔

نام کی وجہ :

اس سورۃ کو سورۃ النساء اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں خصوصیت کے ساتھ عورتوں سے متعلق احکامات کا ذکر ہے۔

فضیلت:

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ اس سورت میں کچھ آیتیں ایسی ہیں جو اس امت کے لیے ہر اس چیز سے بہتر ہیں جن پر سورج نکلتا اور غروب ہوتا ہے ۔

☆اللہ اپنے احکام صاف صاف بیان کرنا چاہتا ہے۔

☆اللہ اپنی رحمت کرنا اور اپنے بندے کی توبہ قبول کرنا چاہتا ہے۔

☆اللہ نے انسان کو ضعیف بنایا ہے۔اسی وجہ سے احکام بھی ہلکے اور آسان دیے ہیں تاکہ انسان پر تخفیف ہو سکے ۔

☆اللہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

☆اگر بندہ کبیرہ گناہوں سے بچے تو صغیرہ اللہ تعالیٰ خود ہی معاف کر دیتا ہے۔

☆اللہ مشرک کے سوا باقی جس کو چاہے بخش دے۔

☆گناہ سرزد ہو جانے کے بعد مسلمان نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور آپ سے اللہ کے دربار میں اپنے گناہوں کی معافی کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

مختصر تفسیر:

☆اس سورت میں اللہ نے اولا تقویٰ کا حکم نازل فرمایا کہ ساری عبادتیں صرف اللہ کے لیے ہوں اور دل میں صرف اسی کا خوف ہو

☆پھر حضرت حوا علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کیا کہ وہ آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں اور پسلی کے ٹیڑھے ہونے کی بناء پر عورتوں کا مزاج بھی ٹیڑھا ہوتا ہے اس لیے اگر عورتوں کو ٹیڑھی حالت میں رکھ کر ہی ان سے فائدہ اٹھایا جائے تو اٹھایا جا سکتا ہے انہیں سیدھا کرنا ممکن نہیں ۔

☆پھر قرابت داری جوڑنے اور نیکی کرنے کا حکم دیا کہ تم سب ایک ہی ماں باپ کے اولاد ہو پس آپس میں شفقت کرو۔

بالخصوص قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو! پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یتیموں کے ساتھ احسان کرنے اور بلوغ کی عمر کو پہنچنے تک ان کے مال کی حفاظت کرنے کا حکم فرمایا۔ یتیم لڑکیوں سے اس نیت کے ساتھ پر نکاح کی ممانعت فرمادی کہ ان کو مہر وحقوق سے محروم رکھا جائے لیکن اگر ان کا مہر مقرر کردیا جائے اور ان کے حقوق کا خیال رکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

☆ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مردوں کو چار نکاح کی اجازت دی اور اس سے زائد عورتوں سے نکاح سے ممانعت فرمادی اور اجازت بھی اس صورت میں مرحمت فرمائی جب ان تمام کے معاملات میں عدل وانصاف کو قائم رکھا جائے گا اگر عدل وانصاف نہ کرنے کا خوف ہو تو ایک ہی نکاح پر اکتفاء کیا جائے۔ (اگرچہ نکاح ہو جائے گا)

☆ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میراث کے مفصل احکامات نازل فرمائے اور عورت کے لیے بھی ترکہ میں سے اس کا حصہ مقرر کردیا اور تفصیل کے ساتھ اولاد ماں باپ، میاں بیوی اور اخیافی بہن بھائیوں کے حصوں کا ذکر فرمایا اور میت نے اگر کوئی جائز مالی وصیت کی ہے تو وراثت کی تقسیم سے پہلے وصیت کو نافذ کرنے کا حکم دیا۔ اگر میت قرض دار ہے تو وراثت کی تقسیم اور وصیت سے پہلے اس کے قرض کو ادا کرنے کا اہتمام لازم قرار دیا ہے۔

☆ اور یہ بھی فرمادیا کہ یہ سب اللہ کی طے کردہ حدود ہیں جو ان سے تجاوز کرے گا، جہنم میں ڈال دیا جائے گا اس کے بعد اللہ نے بدفعلی کی سزا تجویز فرمائی۔ توبہ کی شرط بیان فرمائی کہ سکرات کی حالت میں توبہ قبول نہیں، اس سے پہلے پہلے توبہ قبول ہے، بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور میراث میں ان کو حصہ دینے کی تاکید فرمائی۔ شوہر اپنی بیوی کو جو مہر یا تحفہ دیتا ہے وہ اس سے واپس نہ لے، یہ حکم بیان فرمایا۔

☆ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے باپ کی منکوحہ عورتوں کو ان کے بیٹوں پر ہمیشہ کے لیے حرام کردیا اور ساتھ ساتھ ان عورتوں کا حکم بھی نازل فرمادیا جن سے ہمیشہ کے لئے یا وقتی طور پر نکاح حرام ہے۔ تین قسم کے رشتے وہ ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے :

۱: خونی رشتے

۲: رضاعی رشتے

۳: سسرالی رشتے

جبکہ دو رشتے ایسے ہیں جن سے وقتی طور پر نکاح حرام ہے۔

۱: دو محرم عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا حرام ہے۔

۲: ایک عورت کسی مرد کے نکاح میں ہے تو طلاق لے اور اس کی عدت گزارے بغیر کسی دوسرے مرد کے لیے اس سے نکاح جائز نہیں۔

★

یہ بھی بیان ہوا کہ نکاح کے لیے مہر دیناضروری ہے نیز یہ کہ نکاح کا مقصد عفت اور پاکدامنی کا حصول ہو محض شہوت رانی نہیں اسی وجہ سے نکاح متعہ حرام ہے، ساتھ ساتھ شراب کی حرمت اور تیمم کی اجازت، تیمم کس چیز سے کیا جائے اور تیمم کا آسان طریقہ بیان فرمایا، ساتھ ہی ادائیگی امانت کا حکم نازل فرمایا اور قرآن واحادیث اور اجتہاد علماء کو چھوڑ کر کسی اور ذریعے سے فیصلہ کرنے سے روک دیا گیا۔ اور جہاد کا حکم نازل ہوا کہ مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے ہر دور میں جہاد فرض ہے اور مجاہدین پر میدان جہاد میں ہر وقت اللہ کی نصرت رہتی ہے۔

☆پھر قتل خطا پر دیت اور قتل عمد پر قصاص کا حکم نازل فرمایا تا کہ مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت ہو سکے اور نماز قصر وخوف کے احکامات کہ سفر میں ہو یا میدان جنگ میں نماز کسی حال میں معاف نہیں اور حالت جنگ میں نماز ادا کرنے کا طریقہ واضح فرمادیا۔

☆مسلمانوں کو کفار ومنافقین کی دوستی سے روک دیا گیا مگر صرف بچاؤ کے لئے ظاہر داری کے طور پر کوئی حرج نہیں۔ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰؑ کا آپ ﷺ کے امتی اور خلیفہ کے طور پر نازل ہونے اور قرآن کے احکامات پر عمل کرنے کا ذکر ہے، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کلالہ کے مفصل احکام ذکر کیے کہ اگر کسی کے بیٹے اور پوتے نہ ہو تو ان کی میراث کسی طور پر تقسیم کی جائے گی۔

احکام:

اس سورت میں بکثرت احکامات نازل ہوئے۔ کچھ احکام پہلے بیان کیے جا چکے ہیں چند احکامات کا مزید یہاں ذکر کیا جارہا ہے

۱: خلاف شریعت تجارت کی ممانعت جس میں بلا رضامندی زبردستی کوئی سودا کرنا، دھوکہ دہی کرنا، سود خوری، رشوت خوری اور جوا وغیرہ شامل ہیں۔

۲: کبیرہ گناہوں سے بچنے کا حکم اور اگر کبیرہ سرزرد ہو جائے تو فوراتوبہ کرلی جائے۔

۳: نافرمان بیوی کی اصلاح کا ایک تدریجی طریقہ ہے، سب سے پہلے اسے پیار محبت اور بہترین اخلاق سے سمجھا بجھا کر قائل کیا جائے اس سے قابو میں نہ آئے تو بستر الگ کر دیا جائے اس سے بھی معاملہ نہ سلجھے تو ہلکی مار جائز ہے جس میں چہرے اور ہڈی پر نہ مارا جائے اور پٹائی کے نشان کبھی نہ پڑیں اس سے بھی جب معاملہ حل نہ ہو تو دونوں خاندانوں کے بڑے اس معاملہ کو حل کریں۔

۴: ماں باپ قریبی پڑوسی ورشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم

۵: شراب حرام ہے۔

۶: ان حالتوں میں تیمم جائز ہے۔

(الف) پانی استعمال کرنے سے مرض بڑھ جائے گا یا بیمار ہو جائے گا۔

★

(ب) حالت سفر میں جب ایک میل کے اندر اندر کہیں پانی کے آثار نظر نہ آرہے ہوں۔

(ج) پانی ہو مگر اس کے استعمال سے کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو۔ نیز بڑی ناپاکی کی حالت میں بھی تیمم ہی کریں گے۔

۷: جنابت کی حالت میں نماز پڑھنا اور مسجد سے گزرنا جائز نہیں۔

۸: ادائیگی امانت کا حکم کہ کسی بھی طرح امانت میں خیانت جائز نہیں۔

۹: اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ علماء وامیر کی اطاعت کا حکم۔

۱۰: قرآن اور احادیث سے اعراض کرکے کسی اور سے فیصلہ کرانا منع ہے۔

۱۱: مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے جہاد فرض ہے۔

۱۲: سلام کرنے کے احکام وآداب کہ سلام کا جواب بہتر طریقے سے دینا چاہیے ۔

۱۳: جہاد اور تمام معاملات میں سنی سنائی باتیں نقل کرنے سے منع کیا گیا۔

۱۴: قتل خطا پر دیت اور کفارہ آئے گا

۱۵: قتل عمد پر قصاص آئے گا کفارہ نہیں۔

۱۶: واقعہ کی تحقیق کے بغیر فیصلے کرنا جائز نہیں۔

۱۷: جہاں اسلام پر عمل کرنا مشکل ہو وہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہے ۔

۱۸: ہجرت کرتے وقت اجروثواب نیت کے اعتبار سے ہوتا ہے ۔

۱۹: نماز قصر کا اجزاء۔

۲۰: حالت جنگ میں نماز خوف کو ادا کرنے کا طریقہ۔

۲۱: حالت امن میں نمازوں کو ان کے وقت مقررہ پر ادا کرنا ضروری ہے۔

۲۲: اصلاح بین الناس کا حکم اور اس کی فضیلت

۲۳: سچی گواہی کو چھپانا جائز نہیں خواہ وہ کسی کے بھی خلاف ہو۔

۲۴: گناہ کی مجلس میں بیٹھنا بھی گناہ ہے۔

۲۵: برائی کی چرچا نہ کی جائے مگر ظالم کے ظلم کو بیان کرنا جائز ہے ۔

۲۶: کلالہ (وہ شخص جس کے والدین بھی نہ ہوں اور اولاد بھی نہ ہوں) کی میراث کا ذکر

روشن خیالات

حضور ﷺ نے فرمایا

"مومن مومن کا آئینہ ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"اخلاق وہ چیز ہے جس کی قیمت کچھ نہیں دینی پڑتی ہاں مگر اس سے ہر انسان خریدا جا سکتا ہے۔"

شیخ سعدی

"حقیقی بڑا تو وہ ہے جو اپنے ہر چھوٹے کو پہچانتا ہو اور اس کی ضروریات کا خیال رکھتا ہو۔"

جوش ملیح آبادی

"کام ہے میرا تغیر نام ہے میرا شباب
میرا نعرہ انقلاب و انقلاب و انقلاب"

آئن اسٹائن

"ہم اپنی مشکلات کو اس سوچ کیساتھ کبھی ختم نہیں کر سکتے جس سوچ کی وجہ سے ان مشکلات نے جنم لیا۔"

مشتاق احمد یوسفی

"محبت اندھی ہوتی ہے چنانچہ عورت کے لیے خوبصورت ہونا ضروری نہیں۔ بس مرد کا نابینا ہونا کافی ہے۔"

افلاطون

"سیاست سے کنارہ کشی کا انجام یہ ہوگا کہ تم سے کمتر لوگ اٹھ کر تم پر راج کریں گے۔"

★

صالح اعمال

"اے اللہ ہمارے اعمال کا خاتمہ بالخیر کریں، ہماری آخری عمر کو بہترین بنا دیں اور سب سے بہترین وہ جس دن آپ سے ملاقات ہو گی۔"

علامہ اقبال نے مومن کی کیفیت بوقت وفات بہترین انداز میں بیان کی ہے:

نشان مرد مومن با تو گوئم

چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

مرد مومن کی تو نشانی یہی ہے کہ جب موت آتی ہے تو مسرت کے ساتھ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی ہے۔

ہم یہ حقیقت کیوں چھپاتے ہیں کہ روح جسم میں قیدی ہے اور وہ موت کے ذریعے اس جیل سے آزاد ہو جاتی ہے اور عالم برزخ کی خوبصورت زندگی میں جہاں مکان و زمان کی کوئی قید نہیں ہے رہنا شروع کر دی ہے ہم کیوں موت کو رشتہ داروں سے جدائی کا غم اور اندوہ کے طور پر پیش کرتے ہیں کیوں ہم یہ نہیں سوچتے کہ یہ اپنے اباؤ اجداد، احباب اور نیک لوگوں سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔

قبر سانپ کا منہ نہیں ہے کہ آدمی اس میں جائے گا اور آپ سانپ اس کو چبا تا رہے گا بلکہ وہ تو حسیناؤں کا عروس ہے جو ہمارے انتظار میں ہے۔

اللہ سے نیک امید رکھو اور اپنے اوپر خوف طاری مت کرو۔

ہم مسلمان ہیں کافر نہیں ہیں اس لئے ہم اللہ کی رحمت سے دور نہیں پھینک دیے گئے ہیں۔ اللہ نے ہمیں عذاب کی خاطر پیدا نہیں کیا ہے اللہ نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ کی رضا کے کام کون سے ہیں اور ناراضگی کے کون سے ہیں اور ہم دنیا میں آزاد ہیں جو چاہے کریں۔

ہم یہ بات کیوں نہیں بتاتے کہ ہمارا عمل صالح ہم سے الگ نہ ہو گا اور قبر میں ہمارا مونس و غم خوار ہو گا۔ جب کوئی نیک آدمی وفات پا جاتا ہے تو اس کے تمام رشتہ دار جو دنیا سے چلے گئے ہوں گے، ان کی طرف دوڑیں گے اور سلام کریں گے اس ملاقات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"یہ ملاقات اس سے کہیں زیادہ خوشی کی ہو گی جب تم دنیا میں اپنے کسی عزیز سے طویل جدائی کے بعد ملتے ہو اور وہ اس سے دنیا کے لوگوں کے بارے میں پوچھیں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا اس کو آرام کرنے دو تو یہ دنیا کے غموں سے آیا ہے۔"

موت دنیا کے غموں اور تکلیفوں سے راحت کا ذریعہ ہے۔

★

صالحین کی موت در حقیقت ان کے لیے راحت ہے۔اس لیے ہمیں دعا سکھائی گئی ہے:

"اے اللہ موت کو ہمارے لئے تمام شروں سے راحت کا ذریعہ بنا دے۔"

ہم لوگوں کو یہ کیوں نہیں بتاتے کہ موت زندگی کا دوام ہے اور یہ حقیقی زندگی اور ہمیشہ کی نعمتوں کا دروازہ ہے۔کیوں ہمیشہ عذاب قبر کی باتیں ہو رہی ہوتی ہیں، کیوں موت سے ہمیں نفرت دلائی جارہی ہے۔

اور اس سے ڈرایا جارہا ہے، یہاں تک کہ ہمیں پختہ یقین ہو گیا کہ ہمارا رب ہمیں مرتے ہی ایسا عذاب دے گا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ہم کیوں اس بات پر مصر ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صرف عذاب ہی دے گا، ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہمارا رب ہم پر رحم کرے گا۔

ہم یہ بات کیوں نہیں کہتے کہ

جب قبر میں مومن صالح سے منکر نکیر کے سوال جواب ہو جائیں تو ہمارا رب کہے گا:

"میرے بندے نے سچ کہا، اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ، اس کو جنت کے کپڑے پہناؤ اور جنت کی طرف سے اس کے لئے دروازہ کھول دو اس کو عزت کے ساتھ رکھو۔ پھر وہ اپنا مقام جنت میں دیکھے گا تو اللہ سے گڑ گڑا کر دعا کرے گا پروردگار قیامت برپا کر تا کہ میں اطمینان کے ساتھ جنت چلا جاؤں۔

(احمد ابو داؤد)

نظم

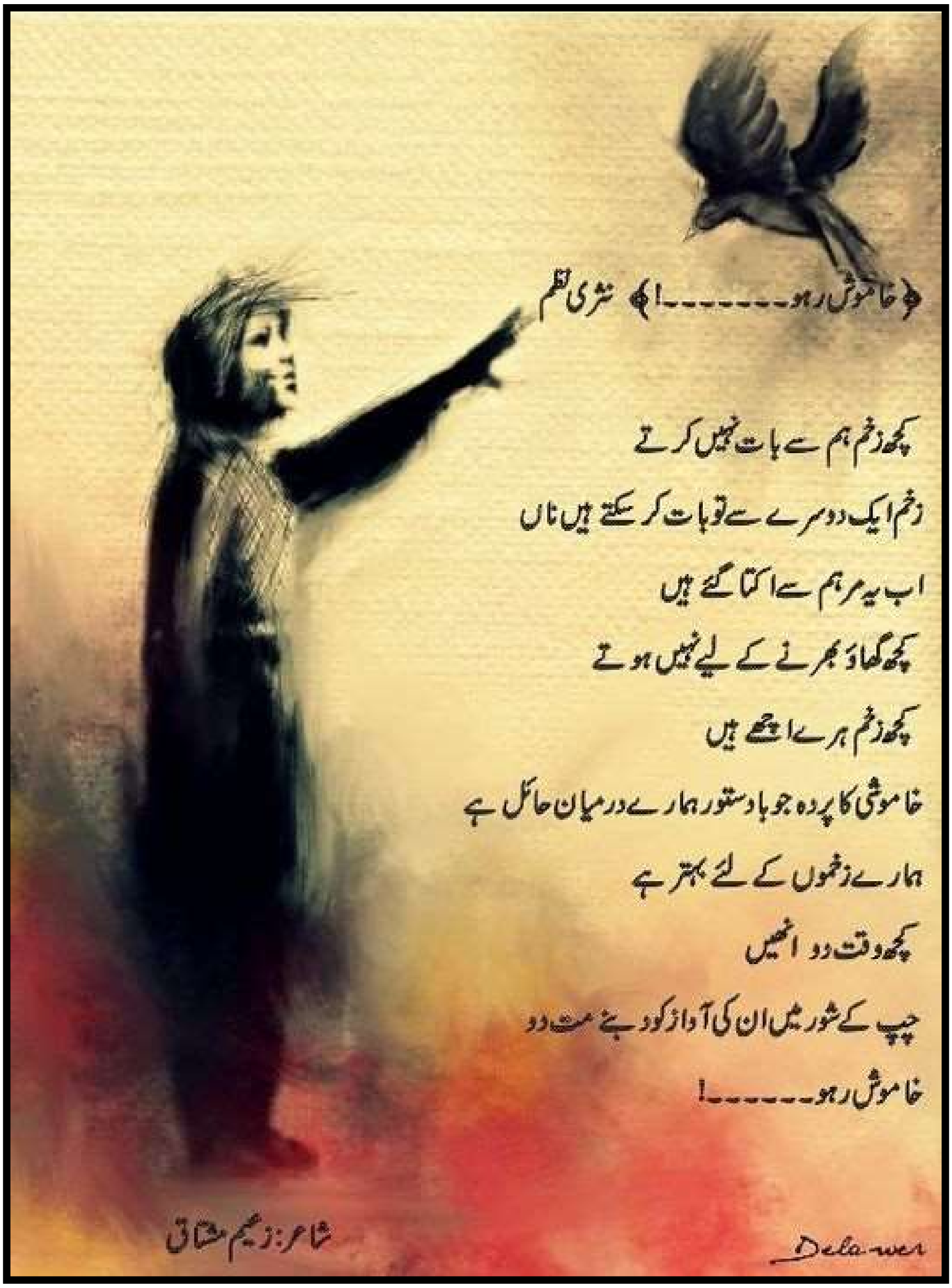

﴾خاموش رہو۔۔۔۔۔۔۔!﴿ نثری نظم
کچھ زخم ہم سے بات نہیں کرتے
زخم ایک دوسرے سے تو بات کر سکتے ہیں ناں
اب یہ مرہم سے اکتا گئے ہیں
کچھ گھاؤ بھرنے کے لیے نہیں ہوتے
کچھ زخم ہرے اچھے ہیں
خاموشی کا پردہ جو بادستور ہمارے درمیان حائل ہے
ہمارے زخموں کے لئے بہتر ہے
کچھ وقت دو انھیں
چپ کے شور میں ان کی آواز کو دبنے مت دو
خاموش رہو۔۔۔۔۔۔!
شاعر: زعیم مشتاق
Delawer

بیٹی ایک رحمت

"مبارک ہو اماں جی، بیٹی ہوئی ہے۔"

نرس نے لیبر روم سے باہر آتے ارشاد بانو کو ایک نعمت کے نوازے جانے کی خوشخبری سنائی تھی مگر اپنی بات کے جواب میں ان کے ماتھے پر چڑھتی تیوریاں دیکھتے ہی واپس اندر کو ہولی کہ کہیں بڑی بی اسے ہی نہ دبوچ لیں۔

"ہائے ہائے ایک اور منحوس ماری آگئی میرے مراد کے سینے پر مونگ ڈلنے کو، ہائے میرا بیٹا تو بس پرائے دھن کو ہی پالتا رہے گا۔ پہلے تین کیا کم تھیں جو ایک اور آگئی! ہائے اللہ یہ کونسا عذاب ہے۔"

ان کا با آواز بلند واویلا کچھ دیر مزید جاری رہتا اگر ہسپتال کا عملہ انہیں تنبیہ نہ کرتا مگر پھر بھی زیر لب ان کی بڑبڑاہٹ جاری تھی جو کہ ان کی بہو کو وارڈ میں منتقل کرتے ہی بڑھ گئی تھی۔ مراد بیچارہ بھی ماں کی آہ و بکا پر شرمندہ سا بیٹھا تھا۔

انہیں ادھر آئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک اور مریضہ کو ادھر لایا گیا تھا۔ اس کے ساتھ بھی شاید اس کی ساس اور ماں تھیں اور وہ خوشی سے نہال مٹھائی بانٹنے میں مصروف تھیں۔ ارشاد بانو نے ایک آہ بھر کر انہیں دیکھا تھا اور اٹھ کر ان کے قریب گئی تھیں۔

"ماشاء اللہ مبارک ہو بہن، بڑی قسمت والی ہو جو پوتے کی مٹھائی تقسیم کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے تمہیں۔ ایک یہ نحوست ہے، ہر سال میرے بیٹے کے سینے پر ایک سل کا بوجھ بڑھا دیتی ہے۔"

وہ شاید بچے کی دادی تھیں، جس سے ارشاد بانو مخاطب ہوئی تھیں۔

"بہن آپ سے کس نے کہا کہ بیٹیاں بوجھ ہوتی ہیں، یہ تو گھر کی رونق ہوتی ہیں، ماں باپ کو جنت میں لے جانے کا سبب ہوتی ہیں یہ بیٹیاں تو، آپ کیوں کفران نعمت کر رہی ہیں؟" اس خاتون نے نرم لہجے میں ان کو سمجھانا چاہا تھا۔

"ارے جانے دو، تمہارے بیٹی نہیں ہوئی نا، اسی لئے ایسا فلسفہ جھاڑ رہی ہو۔" انہوں نے ہاتھ جھلاتے کہا تھا۔

"بہن، ماشاء اللہ سے یہ میری پانچویں پوتی ہے اور مجھے اس کی پیدائش پر کوئی افسوس نہیں۔" اس خاتون کی بات پر ارشاد بانو کے ساتھ وہاں موجود باقی خواتین نے بھی دانتوں میں انگلیاں دی تھیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

"آسمانوں اور زمین کی سلطنت و بادشاہت صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کر دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔" (سورہ الشوریٰ)

★

بات ہے رسوائی کی

جن کے سر پر دوپٹہ ہونا چاہیے وہ ننگے سر کھڑی ہیں۔

میں یہودی ہوں اور اپنے یہودی ہونے پر فخر کرتا ہوں جبکہ تم اب مسلمان کہلاتے ہوئے شرماتے ہو.... جبکہ آج دنیا میں ہماری حکومت ہے۔

تم نے دیکھا کہ ہم نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟

ہم تمہاری سڑکوں پہ پھرے تو ہمیں تمہارا حال پسند نہیں آیا...

تو پتہ ہے ہم نے کیا کیا؟

بہت آسانی سے تمہاری لڑکیوں کے سروں سے حجاب اتروا دیا...

دوسرے طریقوں سے قرآن بھی بھلوا دیا..

تم لوگوں کے پاس اپنا لباس بھیجا، اپنے بازاروں کو دیکھو سارے عریاں لباس کی نمائش گاہ ہیں... اور تمہاری تہذیب کا لباس تمہارے بازاروں میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔

اور مزے کی بات یہ ہے کہ تم نے سب قبول کر لیا۔۔۔

کیا تم کو نہیں معلوم کہ یہی حال قوم لوط کا تھا...

کتنے بے وقوف ہو تم... کہ کہتے رہتے ہو :

یہودیوں نے ہماری زمین چھین لی.. قرآن اور سنت کو ختم کروا دیا...

تم کہاں مر گئے ہو..؟ کچھ کیوں نہیں کرتے؟

سڑکوں پر تمہاری لڑکیاں ایسے لباس میں گھوم رہی ہیں کہ نام کو لباس ہے پہلے ہم نے تمہاری عورتوں کا حجاب اتارا، پھر چادریں ، پھر دوپٹہ، پھر لباس چست کیا، شلواریں اونچی کیں اب شلوار کی جگہ ٹائیٹس پہنا دیا۔ ہم نے انہیں بازاروں اور راستوں میں برہنہ کر دیا اب وہ ہمارا بنایا ہوا لباس فخر سے پہنتی ہیں اور تمھارا لباس پہنتے ہوئے انھیں شرم آتی ہے... کیا مضحکہ خیز بات ہے...

تمہارا حال بہت برا ہو گیا

ہمیں تم لوگوں کی تعلیم میں ترقی پسند نہ آئی تو ہم نے تمہارا نصاب بدلوا دیا...

اور تمہارے ٹیلی ویژن کو ذلت آمیز پروگراموں اور شرمناک ڈراموں میں بدل دیا...

تمہیں اور تمھارے علماء کو کچھ بولنے کی ضرورت نہیں.. تمہارا چپ رہنا ہی بہتر ہے...

ہم نے تمہارے نوجوانوں کو بھٹکا دیا۔۔۔۔ ★

ایک دور تھا کہ تم ایک پاکیزہ اور غالب امت تھے... آج تم ذلت کی پستیوں میں اتر گئے ہو... بے چارے!

ہم نے محسوس کیا کہ تم لوگوں کی زبان عربی بہت خوب صورت ہے جس سے تم قرآن پڑھتے ہو... اور اہلِ جنت کی بھی یہی زبان ہوگی...... تو ہم نے تمہاری زبان کو بے فائدہ اور فضول قرار دیا... اور تم لوگوں نے فوراً یقین کر لیا... پھر تم دوسری زبانوں پر فخر کرنے لگے (ہائے، بائے، ہیلو، مرسی وغیرہ وغیرہ)

اور تم نے اپنے دعائیہ خوب صورت کلمات (السلام علیکم) کو چھوڑ کر انہی کا استعمال شروع کر دیا اور ہم تمہیں اسی طرح پسند کرتے ہیں۔

اور ہمیں یہ بھی پسند نہیں آیا کہ تم لوگوں کو متحد دیکھیں... تو ہم نے تمہاری مسجدوں کو اڑا دیا اور الزام بھی تم پر ہی لگایا...

اس سے تمہارے درمیان باہمی لڑائیاں شروع ہو گئیں..

ہم نے تمہارے دین کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور جھوٹے فتوؤں کے ذریعے تمہیں تمہاری راہ سے ہٹا دیا....

ہم نے تمہارے درمیان نفرت اور فساد کی آگ بھڑکائی جو تب تک نہیں بجھے گی جب تک کہ تم سب کو جلا کر راکھ نہ کر دے...

تمہارے گھر والے اب جدید مشینی ایجادات کے زیر سایہ پرورش پاتے ہیں...

ہم نے طرح طرح کی کمپیوٹر گیمز ایجاد کیں، جن میں کھو کر تم قرآن کو بھول گئے... اپنے علماء کو بھول گئے... مسلمان سائنس دانوں اور ان کے کارناموں کو بھول گئے... تمہاری نئی نسل ایسی نسل ہے جو حق بات کہتے ہوئے ڈرتی ہے...

ہم یہودی قوم... اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ تعداد میں اس قدر تھوڑے ہونے کے باوجود ہم نے تمہیں بہت آسانی سے گوشت کے ٹکڑوں کی مانند خرید لیا...

اور تمہیں اس کا کوئی ملال نہیں... تم خوش اور مست ہو-------

ایٹم بم کی تباہ کاری اور اس کے اثرات

ہتھیاروں کی دنیا کا بادشاہ ایٹم بم سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس کو چلایا جائے تو کیا ہو گا؟ ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی ویڈیو گیم میں اس کو چلایا ہو لیکن آج اس کیلئے ایک شہر کا انتخاب کرتے ہیں اور آج کے ایٹم بموں کے ذخیرہ میں سے اس پر پھینک کر دیکھتے ہیں کہ ہو گا کیا؟

شہر میں لوگ کام کاج کے لئے جا رہے ہیں، امتحان کی تیاری کر رہے ہیں، سوچ میں گم ہیں، روز کی زندگی چل رہی ہے۔ ہم نے اس شہر کے مرکز میں اپنا بم پھینک دیا۔

پہلا فیز پہلے سیکنڈ کے اندر اندر مکمل ہو جائے گا۔ پہلے ملی سیکنڈ میں پلازمہ کی گیند نمودار ہو گی۔ اس کا درجہ حرارت سورج سے زیادہ ہے۔ یہ آگ جیسا گولہ دو کلومیٹر تک پھیل جائے گا۔ اس گیند کے اندر سب کچھ غائب ہو جائے گا۔ جیسے گرم کڑاہی پر پانی ڈالا جائے، ایک سرسراہٹ سی اور پھر کچھ باقی نہیں رہتا، ویسے ہی زیادہ تر عمارتیں، درخت، گاڑیاں، یادگاریں اور انسان بخارات میں تبدیل ہو جائیں گے۔ پہلے ایک تیز چمک اور روشنی کا سونامی پورے شہر میں بکھر جائے گا۔ اس دھماکے کے وقت جس کے سر کا رخ اس سمت میں ہوا، وہ کچھ گھنٹے کے لئے بینائی سے محروم ہو جائے گا۔ اس روشنی کی حرارت سے ایک تھرمل نبض پیدا ہو گی۔ اتنی توانائی والی اور اتنی گرم کہ تیرہ کلومیٹر تک ہر جگہ آگ لگا دے گی۔ اس پانچ سو مربع کلومیٹر کے رقبے میں جس چیز کو آگ لگ سکتی ہے، وہ جلنے لگی گی۔ پلاسٹک، لکڑی، کپڑا، بال، کھال۔ جو اس تھرمل نبض کی حد میں آئے گا، وہ ایک لمحے کام کی طرف جا رہا ہو گا، اگلے لمحے آگ کی لپیٹ میں ہو گا۔

اب دوسرا فیز شروع ہوتا ہے۔ یہ چند سیکنڈ تک رہے گا۔ کئی لوگوں کو پہلی بار لگے گا کہ کچھ گڑبڑ ہے لیکن لاکھوں لوگوں کے لئے دیر ہو چکی ہو گی۔ اس فلیش کے بعد آنے والی چیز شاک ویو ہے۔ آگ کے گولے کی حرارت اور ریڈی ایشن سپر ہیٹ اور سپر کمپریس ہوا کا بلبلہ بن گیا ہے۔ یہ تیزی سے پھیلنا شروع ہو گیا ہے۔ اس کی رفتار آواز کی رفتار سے زیادہ ہے۔ اس سے چلنے والی ہوا بڑے طوفان سے زیادہ تیز رفتار ہے۔ ہمارا بنایا ہوا انفراسٹرکچر اس کے آگے کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ آگے کے پھیلتے اس گولے کے ایک کلومیٹر کے ریڈیس کے دائرے کے اندر عمارتیں منہدم ہو گئی ہیں۔ صرف سٹیل کے ساتھ مضبوط کی گئی کنکریٹ کچھ تھوڑا مقابلہ کرنے کی تھوڑی سی صلاحیت رکھتی ہے۔

قریب پارک میں درخت سیاہ ہو گئے اور سلگنے لگے اور ایک ہی سیکنڈ میں یوں ٹوٹ گئے جیسا کہ ماچس کی تیلیاں تھیں۔ جو اس پارک میں لوگ تھے، وہ یوں اچھال دئے گئے جیسا طوفان میں ایک مٹی کا ذرہ۔

★

شاک ویو باہر سفر کرتے ساتھ کمزور پڑتی جا رہی ہیں۔ لیکن پونے دو سو مربع کلو میٹر میں گھریوں گر گئے، جیسا کہ تاش کے پتے۔ ان میں دسیوں ہزار لوگ پھنس کر رہ گئے۔ پٹرول پمپوں نے دھماکے کے ساتھ آگے پکڑلی جو اس ملبے میں پھیلنے لگی. اس آگ کے گولے، مٹی اور راکھ سے بنا کھمبے کی شکل کا بادل بلند ہونے لگا۔ اگلے چند منٹ میں یہ کئی کلو میٹر اوپر تک پہنچ جائے گا اور اس بدقسمت شہر کے اوپر تاریک سایہ کر دے گا۔ اس سے خالی ہونے والی جگہ کو پُر کرنے تیز ہوا شہر کا رخ کرے گی۔ اس سے مزید عمارتیں تباہ ہوں گی۔ آکسیجن اس بادل کو ملنے لگے گی۔

اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ اس کا انحصار اس شہر پر ہے۔ اگر اس شہر میں ایندھن زیادہ موجود ہے تو یہ آگ کا طوفان بن جائے گا جو سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گا۔ ان کو بھی جو اندر پھنسے رہ گئے اور وہ جو بھاگ رہے ہیں۔

اکیس کلو میٹر دور لوگ کھڑکیوں سے اس کو دیکھ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس مشروم کلاؤڈ کی تصویر بھی کھینچ رہے ہوں۔ اس سے بے خبر کہ شاک ویو ان کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ان کے شیشے توڑ دے گی اور زخمی کر دینے والی کرچیوں کا طوفان برپا کر دے گی۔

اس کا تیسرا فیز اگلے گھنٹوں اور دنوں کا ہے۔ ہمارا خیال ہوتا ہے کہ اگر کوئی مصیبت ہو گی تو کہیں سے کوئی مدد آئے گی۔ یہاں پر بات فرق ہے۔ نیوکلئیر دھماکہ تمام قدرتی آفات کو ملا کر ہے۔ لاکھوں لوگ بری طرح زخمی ہیں۔ زخم، ٹوٹی ہڈیاں، جھلسی ہوئی جلد۔ اگلے چند منٹ اور گھنٹوں میں ان میں سے ہزاروں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسیں گے۔ بے شمار لوگ عمارتوں میں پھنسے ہوئے ہیں یا اس کی چمک میں بینائی کے قابل نہیں رہے یا بلاسٹ ویو کی وجہ سے سماعت سے محروم ہو گیے ہیں یا سڑکوں پر ملبے کی وجہ سے کہیں نہیں جا سکتے۔ خوفزدہ ہیں، کنفیوز ہیں اور ان کو نہیں پتا کہ کیا ہوا اور کیوں۔ ہسپتالوں کا بھی ملیامیٹ ہو چکا ہے۔ میڈیکل سٹاف بھی دوسروں کی طرح یا تو زخمی ہے یا مر چکا ہے۔

وہ جو زیر زمین تھے یا کسی ٹھیک جگہ پر کھڑے تھے، وہ خوش قسمت رہے اور زندہ بچ گئے۔ وہ بھی اتنے خوش قسمت نہیں۔ ابھی ان کی جدوجہد باقی ہے۔ بم کس طرح کا تھا، کہاں پھٹا، موسم کیسا تھا؟ سیاہ بارش شروع ہو سکتی ہے۔ اس میں تابکار راکھ ہو گی جو شہر کی ہر چیز کو ڈھک دے گی۔ ریڈی ایشن کا نہ نظر آنے والا اور خوفناک کام اپنی باری لے گا۔ ہر سانس زہر پھیپھڑوں میں لے کر جا رہا ہے۔ جن لوگوں کو ریڈی ایشن کی زیادہ ڈوز مل گئی، وہ اگلے چند روز میں فوت ہو جائیں گے۔ اگلے کئی روز تک ان کی مدد کرنے کے لئے آنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ جب انفراسٹرکچر ہو جاتا ہے تو تہذیب کے آپریٹ کرنے کا کوئی طریقہ نہیں رہتا۔ سڑکیں بلاک ہو گئیں ہیں، ٹرین کی پٹڑیاں پگھل چکی ہیں۔ ہوائی اڈے کی رن وے ملبے سے اٹی ہوئی ہے۔ پانی نہیں ہے، بجلی نہیں ہے، رابطے کا کوئی طریقہ نہیں ہے، دکانوں میں سامان پہنچنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ قریب کے شہروں سے مدد پہنچنے کا

طریقہ نہیں ہے اور اگر پہنچ بھی جائے تو قریب آنا خطرے سے خالی نہیں۔ اس بم سے بچ جانے والوں کو جو کرنا ہے، خود ہی کرنا ہے۔

ایک ایک کر کے ملبے سے لوگ خود ہی پیدل نکلیں گے۔ تابکار فال آؤٹ سے آلودہ، جو بھی ہاتھ آیا، اس کو اٹھا کر۔ آہستہ آہستہ، تکلیف میں، ٹراما کا شکار۔ ان کو خوراک، پانی اور میڈیکل ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔ اور جلد ضرورت ہے۔

اس سے ہونے والا نقصان آگ بجھ جانے کے بعد یا دھواں صاف ہو جانے کے بعد ختم نہیں ہوتا۔ قریب شہروں کے ہسپتال اس سے نپٹنے کے لئے تیار نہیں۔ دسیوں ہزار مریضوں کے لئے ان کے پاس جگہ تک نہیں۔ آئندہ آنے والے ہفتوں، مہینوں اور سالوں میں۔۔ ان بچنے والوں میں سے کئی مختلف اقسام کے کینسر کا شکار ہو جائیں گے۔

اس کے بارے میں کسی حکومت کی طرف سے بات اس لئے نہیں کی جاتی کیونکہ اس سانحے سے پیدا ہونے والے بحران کے لئے کوئی حکمتِ علمی بنانا ممکن نہیں ہے۔ یہ کوئی طوفان، آتشزدگی، زلزلہ یا نیوکلئیر ایکسیڈنٹ نہیں۔ یہ سب چیزیں اس میں اکٹھی ہیں اور زیادہ شدت سے ہیں۔ دنیا میں کوئی ملک اس کے لئے تیاری نہیں کر سکتا۔

آج سے پینتیس سال قبل، سرد جنگ کے وقتوں میں دنیا میں ستر ہزار نیوکلئیر ہتھیار ہوا کرتے تھے۔ اس وقت کم ہو کر ان کی تعداد چودہ ہزار رہ گئی ہے۔ ان میں سے ایک اوسط درجے کا بم یہ کام کر سکتا ہے۔

غزل

میرے سپنے تو ایسے ٹوٹے ہیں
مجھے کوئی آرزو نہیں باقی
مجھ پہ حالات ایسے گزرے ہیں
کوئی حالت بھی اب نہیں باقی
کوئی ٹوٹے نا جیسے ٹوٹی ہوں
ٹوٹنے کو بھی کچھ نہیں باقی
میرے آنچل سے اٹھ رہا ہے دھواں
جیسے جلنے کو بھی کچھ نہیں باقی
ایسے طوفان تھم گیا جیسے
اب بکھرنے کو کچھ نہیں باقی
اب کے خاموشی ایسی طاری ہے
جیسے انسان ہی نہیں باقی
سارے بے درد ہیں ذمانے ہیں
کوئی ہمدرد بھی نہیں باقی
تتلیاں سہم گئی ہیں ایسے
جیسے پھولوں میں رس نہیں باقی
لفظیوں بکھر گئے ہیں جیسے
کچھ بھی لکھنے کو ہے نہیں باقی
انعم وہ عشق کیا ہے تم نے
ایسا عاشق بھی اب نہیں باقی

۔انعم منیر

عالمی یومِ ماحول

ماحولیات کا عالمی دن اقوامِ متحدہ کے تحت ہر سال 5 جون کو منایا جاتا ہے تاکہ صاف اور سر سبز ماحول کے حوالے سے آگہی پیدا کی جاسکے۔ اقوامِ متحدہ کے پائیدار ترقی کے مقاصد کے تحت اس دن کا مقصد ہماری آنے والی نسلوں کے لیے ماحول کو صاف کر کے ایک بہتر معیارِ زندگی فراہم کرنا ہے۔ اس سال عالمی یومِ ماحولیات کا موضوع 'ایکو سسٹم کی بحالی (Ecosystem Restoration)' ہے جو فی الحال اِنسانوں کے لیے ایک اہم موضوع ہے۔ ایکو سسٹم کی بحالی سے مراد پہاڑوں کی چوٹیوں سے لے کر سمندر کی گہرائیوں تک پودوں اور جانوروں کو ختم ہونے سے بچا کر اُن کی نسل کو پروان چڑھانا ہے۔ صحیح ترجیحات کا تعین کرتے ہوئے پاکستان ماحولیات کے تحفظ کے اقدامات پر توجہ مرکوز کر رہا ہے تاکہ انسانوں کی مختلف سرگرمیوں کی وجہ سے ہونے والی ماحولیاتی تباہی کو کم کیا جاسکے۔ اسی تناظر میں اس سال پاکستان پہلی بار عالمی یوم ماحولیات کی میزبانی کر رہا ہے اور مختلف وزارتوں اور دیگر سرکاری / نجی اداروں کے ذریعے ماحولیات کی بحالی اور تحفظ کی اہمیت کے بارے میں عوام میں شعور اجاگر کرنے کے لئے متعدد سرگرمیاں منعقد کی جارہی ہیں۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ایکو سسٹم کی بحالی ایک عالمی اقدام ہے جس کے لیے بڑے پیمانے پر ردعمل کی ضرورت ہے۔

ماحولیاتی نظام سے مراد زندہ حیاتیات یعنی پودوں، جانوروں، انسانوں کا اپنے ماحول یعنی قدرت، شہر، کھیت وغیرہ کے مابین تعلق ہے۔ بحالی سے مراد تباہ شدہ ایکو سسٹم کی بہتری اور موجودہ ایکو سسٹم کا تحفظ ہے۔ پاکستان نیوی بھی ماحولیات کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور تحفظ کے متعدد اقدامات خصوصاً بحری ماحول کے لیے اقدامات کرنے کے مقصد سے عالمی یوم ماحولیات مناتی ہے۔ پاک بحریہ نے اس سلسلے میں مختلف اقدامات کیے ہیں۔ جن میں مینگروز اور شجر کاری مہمات، پاک بحریہ کے رہائشی علاقوں میں پولی تھین بیگ کے استعمال پر پابندی، بندرگاہوں پر ٹھوس فضلہ جمع کرنا اور رہائشی علاقوں میں سیوریج کے پانی کے لئے ریڈ بیڈ ریورس اوسموسس پلانٹس کی تنصیب شامل ہیں۔

ایکو سسٹم کی بحالی ایک عالمی چیلنج ہے جو ہر ایک کو متاثر کرتا ہے، لیکن پاک بحریہ کی فیلڈ کمانڈز نے اس سلسلے میں متعدد سرگرمیاں منعقد کی ہیں تاکہ ہمارے قیمتی ماحول کو محفوظ رکھنے کے لئے تمام اہلکاروں میں ذمہ داری کا احساس پیدا کیا

★

جاسکے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ تمام یونٹس ان سرگرمیوں کو کامیاب بنانے کے لئے پوری کوششیں کریں گے۔ افراد کی جانب سے کیے جانے والے چھوٹے چھوٹے اقدامات جن کا مقصد یکساں ہو وہ مجموعی طور پر بہت زیادہ اثرات پیدا کر سکتے ہیں۔

کووڈ19 کے رونما ہونے سے یہ ثابت ہوا کہ ماحولیاتی نظام کے تباہ ہونے کے نتائج کتنے تباہ کن ہو سکتے ہیں۔ جانوروں کی قدرتی رہائش گاہ کے علاقے کو سکیڑ کر ہم نے کورونا وائرس سمیت دیگر پیتھوجینز کے پھیلاؤ کے لیے مثالی حالات پیدا کیے ہیں۔ آیئے اس دن ہم ایک صاف ستھرے اور محفوظ ماحول کو یقینی بنانے کے اپنے عزم کی توثیق کریں جو ہمارے معیار زندگی کو براہ راست متاثر کرتا ہے۔ میں صنعتی برادری سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ بھی ہمارے مشترکہ اثاثے یعنی ماحول کے تحفظ کے لئے بہترین طریقوں اور اصولوں پر عمل پیرا ہوں۔

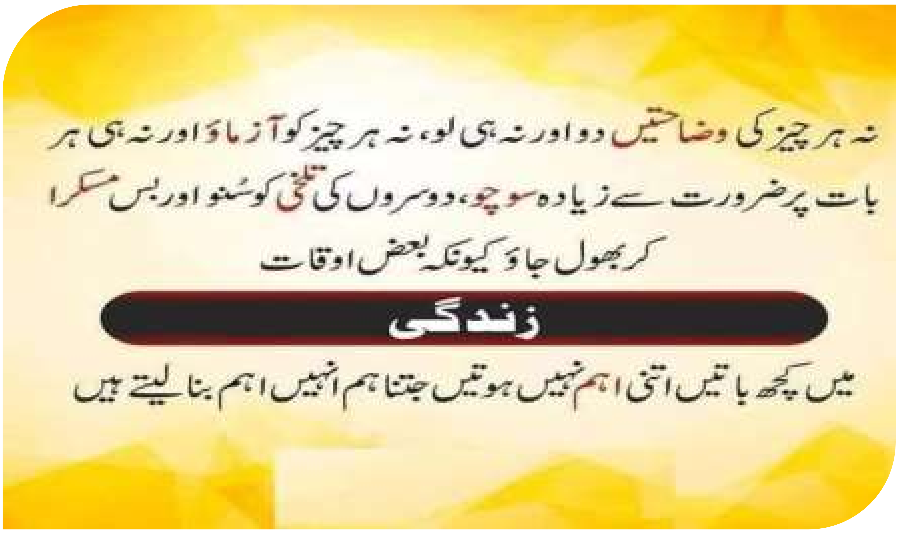

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

امام موصوف کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: نام احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحرین دینار نسائی خراسانی، ابو عبد الرحمن کنیت ہے، لقب حافظ الحدیث ہے۔ سن ولادت ۲۱۴ھ (اور کچھ کی رائے میں ۲۱۵ھ) مذکور ہے۔ امام کی ولادت نساء شہر میں ہوئی، اسی وجہ سے نسائی مشہور ہیں۔

زبردست قوت حافظہ:

امام نسائی کو اللہ عزوجل نے غیر معمولی قوت حافظہ سے مالامال کیا تھا حضرت امام ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ امام مسلم اور امام نسائی میں سے حدیث کا زیادہ حافظ کون ہے؟ تو فرمایا: امام نسائی

اساتذہ اور اشتیاق طلب حدیث:

امام نسائی نے طلب حدیث کے لیے حجاز، عراق، شام، مصر وغیرہ کا سفر کیا اور اپنے دور کے مشائخ عظام سے استفادہ فرمایا۔ آپ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ آپ نے ۱۵ برس کی عمر ہی سے تحصیل علم کے لیے دور دراز علاقوں کا سفر کرنا شروع کر دیا تھا۔ آپ کے نامور اساتذہ کرام میں سے امام بخاری، امام ابوداؤد، امام احمد، امام قتیبہ بن سعید، وغیرہ معروف ہیں۔
اس کے علاوہ امام بخاری کے توسط سے آپ کے اساتذہ کا سلسلہ سراج الائمہ، امام اعظم، سرتاج الاولیاء ابو حنیفہ بن نعمان بن ثابت سے بھی جاملتا ہے، جس کا تذکرہ یہاں باعث طوالت ہوگا۔

تصانیف:

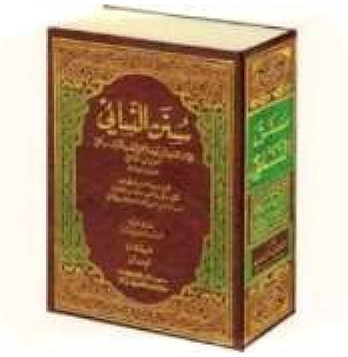

امام نسائی نے مجاہدہ و ریاضت اور زہد و ورع کے ساتھ ساتھ جہاد ایسی مصرفیات کے باوجود متعدد کتب تصنیف کیں، جن کا اجمالی ذکر یوں ہے: السنن الکبریٰ، المجتبیٰ، خصائص علی، مسند علی، مسند مالک، کتاب التمیز، کتاب المدلسین، کتاب الضعفاء، کتاب الاخوۃ، مسند منصور، مسیخۃ النسائی، اسماء الرواۃ، مناسک حج

اہمیت و خصوصیت "سنن نسائی":

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ذخیرہ احادیث میں یہ بہترین تصنیف ہے۔ اس سے قبل ایسی کتاب موجود نہ تھی۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں: بعض علماء سنن نسائی کو روایت و درایت کے اعتبار سے صحیح بخاری سے افضل گردانتے ہیں۔ ابن رشید تحریر کرتے ہیں۔ جس قدر کتب حدیث سنن کے انداز پر مرتب کی گئی ہیں، ان میں سے سنن نسائی صفات کے اعتبار سے جامع تر تصنیف ہے کیونکہ امام نسائی نے امام بخاری اور امام مسلم کے انداز کو مجتمع کر

دیا ہے۔

وفات حسرت آیات:

امام نسائی کی وفات حسرت آیات کا واقعہ یہ ہے کہ جس وقت امام حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر حضرات اہل بیت کے فضائل ومناقب تحریر فرما کر فارغ ہوگئے تو امام نے چاہا کہ میں یہ فضائل ومناقب (دمشق کی جامع مسجد میں) پڑھ کر سناؤں تا کہ لوگ فضائل اہل بیت سے واقف ہوں۔ چنانچہ ابی اپنی تحریر کا کچھ حصہ ہی پڑھا تھا کہ مجمع میں سے ایک شخص نے دریافت کیا: آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کچھ تحریر فرمایا ہے؟ امام نسائی نے جوابا فرمایا: وہ اگر برابر ہی چھوٹ جائیں جب بھی غنیمت ہے۔(یعنی امیر معاویہ کے مناقب کی ضرورت نہیں) یہ بات سنتے ہی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو شیعہ، شیعہ کہہ کر مارنا شروع کر دیا اور اس قدر مارا کہ بے ہوش ہوگئے، لوگ ان کو گھر لے آئے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا: مجھ کو لوگو مکہ مکرمہ پہنچادو چنانچہ مکہ معظمہ پہنچادیا گیا اور وہیں امام موصوف کی وفات ہوئی اور صفا اور مروہ کے درمیان تدفین ہوئی۔

سنہ وفات ماہ صفر ۳۰۳ھ ہے۔

بہر حال امام موصوف کی یہ عظیم تصنیف آج عالم اسلام کی ہر ایک دینی درسگاہ میں دورہ حدیث میں داخل شامل نصاب ہے اور اپنی انفرادی اور امتیازی خصوصیت اور طرز نگارش کے اعتبار سے بلاشبہ بخاری ومسلم کی طرح اہمیت سے پڑھائی جانے کے درجہ میں ہے۔

ایک سبق، ایک درس

اورنگزیب عالمگیر کے دربار میں ایک بہروپیا آیا اور اس نے کہا:
"باوجود اس کے کہ آپ رنگ ورامش، گانے بجانے کو برا سمجھتے ہیں۔"
شہنشاہ معظم! لیکن میں فنکار ہوں اور ایک فنکار کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میں بہروپیا ہوں۔ میرا نام کندن بہروپیا ہے۔
اور میں ایسا بہروپ بدل سکتا ہوں آپ کو جو اپنے علم پر بڑا ناز ہے اس کو دھوکہ دے سکتا ہوں اور میں غچہ دے کر بڑی کامیابی کے ساتھ نکل جاتا ہوں۔
اورنگزیب عالمگیر نے کہا: تمھاری بات وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ میں تو شکار کو بھی بیکار کام سمجھتا ہوں یہ جو تم میرے سامنے دعوہ کر رہے ہو اس کو میں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔"
اس نے کہا: "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا- آپ اتنے بڑے شہنشاہ ہیں اور دانش میں اپنا جواب نہیں رکھتے- میں بھیس بدلونگا آپ پہچان کر دکھایئے" -
توانھوں نے کہا! "منظور ہے"
اس نے کہا حضور آپ وقت کے شہنشاہ ہیں- اگر تو آپ نے مجھے پہچان لیا تو میں آپ کے دینے دار ہوں-
لیکن اگر میں نے ایسا بھیس کہ آپ مجھے پہچان نہ سکے تو بدلہ میں آپ سے پانچ سو روپیہ لونگا-
شہنشاہ نے کہا شرط منظور ہے-
اسے پتا چلا کے اگلے سال شہنشاہ مرہٹوں پر حملہ کریگا چانچہ وہ وہاں سے سفر کرتا ہوا اس مقام پر پہنچ گیا-
ایک سال کے بعد جب اپنا لاؤلشکر لے کر اورنگزیب عالمگیر ساؤتھ انڈیا پہنچا اور پڑاؤ ڈالا تو تھوڑا سا وہ خوفزدہ تھا-
اور جب اس نے مرہٹوں پر حملہ کیا تو وہ اتنی مضبوطی کے ساتھ قلعہ بند تھے کہ اس کی فوجیں وہ قلعہ توڑ نہ سکیں-
لوگوں نے کہا یہاں ایک درویش ولی اللہ رہتے ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوں- پھر دعا کریں پھر ٹوٹ پڑیں-
شہنشاہ پریشان تھا بیچارہ بھاگا بھاگا گیا ان کے پاس- سلام کیا اور کہا؛ "حضور میں آپ کی خدمت میں ذرا" ....
انھوں نے کہا! "ہم فقیر آدمی ہیں ہمیں ایسی چیزوں سے کیا لینا دینا" -
شہنشاہ نے کہا! "نہیں عالم اسلام پر بڑا مشکل وقت ہے (جیسے انسان بہانے کرتا ہے) آپ ہماری مدد کریں میں کل اس قلعے پر حملہ کرنا چاہتا ہوں-" تو فقیر نے فرمایا! "نہیں کل مت کریں، پرسوں کریں اور پرسوں بعد نماز ظہر" -

★

اور نگزیب نے کہاجی بہت اچھا! چانچہ اس نے بعد نماز ظہر جو حملہ کیا ایسازور کا کیا اور ایسے جذبے سے کیا اور پیچھے فقیر کی دعا تھی ،اور ایسی دعا کہ قلعہ ٹوٹ گیا اور فتح ہو گیا- مفتوح جو تھے پاؤں پڑ گئے-

بادشاہ مرہٹوں کے پیشوا پر فتح مند کامران ہونے کے بعد سید ھا درویش کی خدمت میں حاضر ہوا- باوجود اس کے کہ وہ ٹوپیاں سی کے اور قران پاک لکھ کے گزارا کرتا تھا لیکن سبز رنگ کا بڑا سا عمامہ پہنتا تھا اور اس میں بڑے زمرد اور جواہر لگے ہوتے تھے- اس نے جا کر عمامہ اتارا اور کھڑا ہو گیا دست بستہ کہ حضور یہ سب آپ ہی کی بدولت ہوا ہے-

اس فقیر نے کہا: "نہیں جو کچھ کیا اللہ ہی نے کیا"

انھوں نے کہا کہ آپ کی خدمت میں کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں درویش نے کہا: "نہیں ہم فقیر لوگ ہیں' -

اور نگزیب نے کہا دو پر گنے یعنی دو بڑے بڑے قصبے- اتنے بڑے جتنے آپ کے اوکاڑہ اور پتو کی ہیں وہ آپ کو دیتا ہوں اور آئندہ پانچ سات پشتوں کے لئے ہر طرح کی معافی ہے-

فقیر نے کہا: "بابا ہمارے کس کام کی ہیں یہ ساری چیزیں- ہم تو فقیر لوگ ہیں تیری بڑی مہربانی" -

اور نگزیب نے بڑا زور لگایا لیکن وہ نہیں مانا اور بادشاہ مایوس ہو کے واپس آ گیا-

اور اور نگزیب اپنے تخت پر آکر بیٹھ گیا جب وہ ایک فرمان جاری کر رہا تھا عین اس وقت کندن بہروپیا اسی طرح منکے پہنے آیا-

تو شہنشاہ نے کہا: "حضور آپ یہاں کیوں تشریف لائے مجھے حکم دیتے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا" -

کندن نے کہا! "نہیں شہنشاہ معظم! اب یہ ہمارا فرض تھا ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو جناب عالی میں کندن بہروپیا ہوں میرے پانچ سو روپے مجھے عنایت فرمائیں" -

اس نے کہا: "تم وہ ہو-

کندن نے کہاہاں وہی ہوں- جو آج سے ڈیڑھ برس پہلے آپ سے وعدہ کر کے گیا تھا-

اور نگزیب نے کہا: "مجھے پانچ سو روپے دینے میں کوئی اعتراض نہیں ہے- میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں جب میں نے آپ کو دو پر گنے دی، آپ کے نام اتنی زمین کر دی جب میں نے آپ کی سات پشتون کو یہ رعایت دی کہ وہ میری ملکیت میں جہاں چاہیں جس طرح چاہیں رہیں- آپ نے اس وقت کیوں انکار کر دیا؟

یہ پانچ سو روپیہ تو کچھ بھی نہیں-

اس نے کہا: "حضور بات یہ ہے کہ جن کا روپ دھارا تھا، ان کی عزت مقصود تھی- وہ سچے لوگ ہیں ہم جھوٹے لوگ ہیں- یہ میں نہیں کر سکتا کہ روپ سچوں کا دھاروں اور پھر بے ایمانی کروں" -

نظم

کچھ شوخ ارغوانی
کچھ ہلکے آسمانی
کچھ نیلے کچھ بسنتی
کچھ سبز اور دھانی
خُوشبو سے کُچھ بھرے ہیں
کچھ ہیں نرے سجیلے
کچھ اتنے کِھل رہے ہیں
مٹی میں مِل رہے ہیں
چھوٹے ہیں کچھ بڑے ہیں
موتی سے کچھ جُڑے ہیں
کچھ گھاس پر ہیں لیٹے
کانٹوں پہ کچھ پڑے ہیں
کچھ جھُولتے ہیں جھُولا
خاموش کچھ کھڑے ہیں
کچھ مُسکرا رہے ہیں
کچھ مُنہ چھُپا رہے ہیں

دلچسپ اور عجیب

آپ نے اکثر ایسی مثالوں کے بارے میں سن رکھا ہوگا جو سننے میں جتنی عجیب اور دلچسپ لگتی ہیں کرنے میں اسی قدر ناممکن لگتی ہیں مگر کچھ لوگ ناممکن کو ممکن کر دکھانے کی صلاحیت اور حوصلہ رکھتے ہیں۔

ہم میں سے بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کسی غلط رویے یا پھر عمل کو دیکھ کر برملا خفگی کا اظہار کرتے ہیں یا پھر زیادہ سے زیادہ دل میں کڑھ لیتے ہیں جبکہ اکثریت اسے نظر انداز کر دیتی ہے، مگر کچھ لوگوں کے لئے اس میں ایک آئیڈیا یا تحریک چھپی ہوتی ہے۔ آپ نے کبھی نہ کبھی کسی سیاحتی مقام کا دورہ تو ضرور کیا ہوگا اور اس افسوسناک صورتِ حال پہ آپ کا دل بھی دکھا ہوگا کے یہاں کس قدر لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوگوں نے کچرا اور گندگی پھیلا رکھی ہے۔

پلاسٹک کی بوتلیں، شاپر، ٹینز اور ڈسپوزیبل اشیاء کے پیکٹس کی بھر مار جس قدر ٹورسٹ سپاٹس (سیاحی مقامات) پر نظر آتی ہے شاید ہی کہیں اور نظر آتی ہو۔ اس میں جہاں انتظامی غفلت کا عنصر نمایاں ہے انہیں ایک تاریک پہلو عوام کی لاپرواہی اور بے حسی بھی ہے۔ یہ وہ سوک سینس ہے جس کی موجودگی مہذب اور ترقی یافتہ معاشروں کو تشکیل دیتی ہے۔

ترقی یافتہ سے مراد یہاں ٹیکنالوجی سے لیس معاشرے نہیں بلکہ عوامی شعور اور تہذیب و تمدن کے عکاس معاشرے ہیں۔ شعور کا تعلق انسان کی سوچ سے ہوتا ہے کوئی انسان کس قدر اعلیٰ سوچ رکھتا ہے، یہ اس ملک کی ترقی و خوشحالی میں معاونت فراہم کرنے والا اہم عنصر ہوتا ہے۔ اکثر حساس لوگ ایسے ماحول میں جنم لیتے ہیں جہاں زندگی صعوبتوں سے پُر ہوتی ہے۔ اوک وینڈے ایک ایسے باہمت نوجوان ہیں جنھوں نے ایک انوکھا کارنامہ کر دیکھایا۔ آئیں آپ کو ان کی دلچسپ کہانی سناتے ہیں۔

یہ ایک عام سی شام تھی۔ وینڈے پہاڑی پہ موجود کیریرم نیشنل پارک میں (ایک سیاحی مقام پر) گئے اور وہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کے پودوں، درختوں اور پھولوں کے بجائے وہاں جگہ جگہ کچرے کے ڈھیر لگے تھے۔ اور تکلیف دہ منظر یہ تھا کے معصوم بچے سکول جانے کے بجائے وہاں چھوٹی چھوٹی اشیاء بیچ رہے تھے۔

وینڈے اس سب کے پس منظر سے آگاہ تھے۔ اس منظر نے وینڈے کے حساس دل کو شدید رنج میں مبتلا کیا اور ایک منفرد سوچ نے جنم لیا جس کا محرک ماحول دوستی اور معاشرتی فلاح کا جزبہ تھا۔ وینڈے نے اس کچرے کی مدد سے ایک سکول بنانے کا سوچا جہاں غریب بچوں کو انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم دی جائے۔۔ جی ہاں کچرے سے سکول! یقیناً اس بات کو سن کر کوئی بھی ★

یہی کہے گا کے شاید یہ شخص پاگل ہے اور لوگوں کا ایسا رویہ دیکھنے کو بھی ملا مگر وینڈے ارادہ باندھ چکے تھے۔ وینڈے کا تعلق اس وقت دنیا کے غریب ترین ممالک میں شمار ہونیوالے ملک کمبوڈیا سے ہے۔

اس خیال کے ابھرنے سے پہلے تک وہ ایک ہوٹل میں بطورِ مینجر کام کرتے تھے۔ ایک ایسے پہاڑ پر سکول بنانے کا خواب دیکھنا جہاں نہ بجلی موجود تھی، نہ پانی اور لاکھوں کی تعداد میں سانپ بھی موجود ہوں تو اچھے اچھوں کے قدم ڈگمگا جاتے مگر وینڈے اپنے آئیڈیا کو حقیقت کا روپ دینے کے لئے پُر عزم تھے۔ وینڈے نے اپنی نوکری چھوڑ دی اور اس جدوجہد میں لگ گئے۔ پہلے پہل وینڈے نے وہاں سے خود کچرا چننا شروع کیا جس میں پلاسٹک کی بوتلیں، کاروں کے پرانے ٹائیر، پلاسٹک کے کین، بوتلوں کے ڈھکن اور بہت سی اشیاء جنہیں قابلِ استعمال بنایا جاسکتا تھا۔

پھر اس ضمن میں وینڈے نے مقامی بچوں کی مدد لی اور کچرا اکٹھا کیا۔ وہ مثال اس سب صورتِ حال پر بیٹھتی ہے کے قطرہ قطرہ مل کر دریا بنتا ہے۔ چار برس کی انتھک محنت اور لگن کے بعد وینڈے دنیا کے پہلے کچرے سے بنے سکول کے بانی بن گئے۔ اپنی لگن، انتھک محنت اور عزم کو سچ کر دکھانے کے حوالے سے وینڈے کا کہنا ہے کے تعلیم زندگیاں بدل سکتی ہے اور اس سکول کو بنانے کا جو موٹو ہم نے رکھا وہ "Trash to Tuition" ہے تا کہ کمبوڈیا کے ہر گاؤں میں بسنے والے بچے کو مفت تعلیم کی سہولت مل سکے۔

اس ضمن میں ہم بین الاقوامی اور مقامی سطح پر رضاکارانہ طور پر بچوں کو انگریزی، کمپیوٹر سکلز اور ری سائیکلنگ کی تعلیم دینے والوں کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کے آخر کچرے سے بنا سکول کیسا ہو گا اور اس میں انتظام کیسے چلتا ہو گا؟ سکول دو عمارتوں پر مشتمل ہے ایک حصہ کی دیواریں تو کار ٹائروں سے بنی ہیں جنہیں رسیوں کی مدد سے جوڑا گیا ہے، اس جگہ کو انگلش کلاس روم کا نام دیا گیا ہے۔

جبکہ دوسری عمارت جہاں لائبریری اور کمپیوٹر ہیں اس کے ستون اور چھتیں بھاری میٹریل سے تیار کی گئی ہیں تا کہ موسم کے سرد و گرم اثرات سے محفوظ رہا جاسکے۔ انگلش کلاس روم کی پینٹ شدہ رنگین ٹائروں اور رسی کی مدد سے بنی ہوئی دیواریں جہاں سب کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہیں وہیں منفرد تخلیق کا نظارہ پیش کرتی ہیں۔ جبکہ لائبریری اور کمپیوٹر کلاس جسے "Rubbish House" کا نام دیا گیا ہے اس کی دیواریں شراب کی ہری خالی بوتلوں سے تیار کی گئی ہیں۔ اس کا فرش بھی انتہائی منفرد ہے۔ یہاں 200 بچے زیرِ تعلیم ہیں اور 5 رضاکارنہ طور پر خدمات پیش کرنے والے اساتذہ ہیں۔

اس سکول کو بنانے کے مقاصد میں سے ایک ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنا اور ماحول دوست فضا پیدا کرنا تھا۔ ہمارے ملک میں ایسے کئی نوجوان ہیں جو اپنے ملک اور ماحول کے لئے کچھ کرنے کا عزم رکھتے ہیں مگر وسائل کی کمی کی وجہ سے عملی اقدامات کرنے سے قاصر رہتے ہیں تو ایسے نوجوانوں کے لئے وینڈے اور کوکونٹ سکول ایک عزم کی نشانی ہیں اور ایک ایسی مثال ہیں جو ناقابل تسخیر کو قابل تسخیر بنادے۔ انسان کا عزم یقین اور ولولہ اسے آگے بڑھنے کی ہمت بخشتا ہے۔ ★

انوکھا سکول انوکھے اصول

ایک سکول جو کچرے سے بنا ہو یقیناً بہت دلچسپ تخلیق ہے مگر اس سکول کے اڈول بھی اتنے ہی دلچسپ اور انوکھے ہیں۔ آپ نے سکولوں کو فیسیوں کی مد میں بھاری رقم لیتے تو دیکھا ہو گا، مگر شاید ہی کسی سکول کو فیس کی صورت کچرا مانگتے دیکھا ہو۔ جی ہاں کوکونٹ سکول میں پڑھنے والے تمام بچے فیس کے طور پر کوڑا دیتے ہیں۔

ابتدائی طور پر یہاں ناریل کے درخت کے تنوں کو کرسی اور میز کے طور پر استعمال کیا گیا جس کی وجہ سے اس سکول کا نام کوکونٹ سکول رکھا گیا۔ یہاں جو بھی سامان استعمال ہوتا ہے وہ کچرے سے بنا ہے جیسے کے بچوں کو اپنی کتابیں رکھنے کے لئے جو کیبن فراہم کئے گئے ہیں وہ پلاسٹک کے کین سے بنے ہیں۔ اس کے علاوہ کچرے کی مدد سے جھنڈا اور دیگر ڈیکوریشن کی اشیاء تیار کر رکھی ہیں جن کی انھیں باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے۔

تعلیمی نظام سے معافی مانگیں

پاکستان کا نظام تعلیم وقت کے ساتھ ساتھ پستی کی طرف سفر کر رہا ہے۔ پستی کی بہت سی سماجی اور سیاسی وجوہات ہیں۔ سیاست اور تعلیم کا آپس میں تعلق بھی ہے اور نہیں بھی ہے اگر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے نظام تعلیم کا موازنہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یورپ میں تعلیم پیسوں سے نہیں ملتی بلکہ تعمیری اور حقیقی تعلیم سے ہی ملک کا ہر شعبہ ترقی کی طرف گامزن ہے۔

وہاں سکولوں کا سسٹم اور تعلیم کا طریقہ کار پاکستان سے بہت مختلف اور ترقی یافتہ ہے۔ یورپ اور ترقی پذیر ممالک کی تعلیم 'سوچ' شعور اور وطن سے محبت پیدا کرتی ہے پاکستان میں تعلیم کا نام محض ڈگریاں ہیں۔ تعلیم میں سیاست کی براہ راست مداخلت اور سیاسی عناصر کے براہ راست عمل و دخل سے تعلیم کاغذی ہو کر رہ گئی ہے۔

تعلیم میں ایسے ہزاروں لاکھوں اساتذہ شامل کر لئے گئے ہیں جو نہ صرف نظام تعلیم بلکہ آئندہ نسل کو تباہی کی طرف لے جانے کا سبب ہیں۔

تمام نااہل اور سیاسی لوگوں کی محکمہ تعلیم میں بھرتی سے تعلیمی بنیادیں کمزور رہنا شروع ہو گئی ہیں اگر تعلیم میں اس قسم کی مداخلت جاری رہی حکومت نے ایسے اساتذہ کی بھرتی بند نہ کی تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان ہر لحاظ سے تعلیمی پسماندگی کی وجہ سے ہر شعبہ میں پسماندہ ہو جائے۔ پاکستان کی سیاسی' مذہبی' تعلیمی' سماجی و اخلاقی پستی کی وجہ بھی تعلیمی ڈھانچہ میں ایسے عناصر کا شامل ہونا ہے جو اخلاقی، تعلیمی پسماندگی اور اہلیت پیدا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

سکولوں، کالجوں' یونیورسٹیوں میں اتنا وقت طلباء کا ضائع کیا جاتا ہے کہ طلباء چھ گھنٹے میں بمشکل دو گھنٹے حصول تعلیم کے لئے دلچسپی لیتے ہیں باقی اوقات کار محض مشاغل میں گزار دیتے ہیں۔ فنی تعلیم بھی جدید تقاضوں اور ضروریات کے مطابق نہیں ہے۔ پاکستان میں بے روزگاری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تعلیم یافتہ ان پڑھ ہیں کیونکہ ڈگری کے مطابق ان میں اہلیت نہیں ہے پھر خوشحالی کی سوچ نہیں۔

طلباء میں ایسی سوچ پیدا کرنا بہت ضروری اور وقت کا تقاضا ہے کہ جس سے ملکی مفادات کی سوچ پیدا ہو اس سے قوم بہتر سے بہتر ہو سکتی ہے۔ نظام تعلیم میں نقائص اتنے پرانے ہو گئے ہیں کہ اب ان کی اصلاح کے لئے ایک عرصہ درکار ہے سیاست کو تعلیم سے علیحدہ کرنا ضروری ہے اور نمائندگی پڑھے لکھے طبقہ کو دینا چاہیے۔ جاپان' جرمنی' برطانیہ' امریکہ اور چین کی ترقی کا راز ہی صرف تعلیم ہے تعلیم ہی ایسا عنصر ہے جو تبدیلیاں پیدا کر کے انقلاب پیدا کرتا ہے۔ تعلیمی پسماندگی کی ایک وجہ اسلامی نظام تعلیم کا فقدان ہے۔ اسلامی تعلیم سے غیروں نے فوائد حاصل کر کے ترقی کی طرف گامزن ہوئے ہیں۔

تعلیمی اسلامی اصولوں کی یورپ نے تقلید و پیروی کی جن کو اسلامی تعلیمی نظام ورثہ میں ملا ہے انہوں نے فراموش کر دیا ★

ہے۔ پاکستان کی بقاء اور سلامتی صرف نظام تعلیم میں پائے جانے والے نقائص اور خامیوں کو دور کرنے سے ممکن ہے ایسا نظام تعلیم تشکیل دینے کی ضرورت ہے جو بنی نوع انسان کی اصلاح کرے، سکولوں میں کلاس لینے اور پڑھانے تک کے طریقہ سے اساتذہ آشنا نہیں ہیں۔

اساتذہ میں تعمیری سوچ پیدا کرنے کے لئے انسٹی ٹیوٹ کا قیام بہت ضروری ہے تاکہ تربیت یافتہ اور باصلاحیت لوگ اس میدان میں آسکیں اساتذہ کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ ڈگری ہولڈر افراد ہی بھرتی کئے جائیں۔ یورپ کا نظام تعلیم اتنا مضبوط اور بارابطہ ہے کہ ناقص تعلیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہاں داخلے میرٹ پالیسی کو نظر انداز کر کے کئے جاتے ہیں، پالیسی میکرز خود تعلیمی ڈھانچہ کی درستگی کے لئے تجاویز سے آگاہ نہیں ہوتے، وزیر تعلیم بلکہ تعلیم کے شعبہ سے واقفیت نہیں رکھے ہوئے ہیں ایسے شخص کو وزیر تعلیم بنا دیا جاتا ہے جس سے تعلیم میں بہتری کی توقع کیسے ممکن ہے۔

تعلیمی نظام میں اقربا پروری، سفارشیں، رشتہ داریاں، تعلقات یہ سب تباہی کا سبب ہیں۔

ملک کی خوشحالی، ترقی اور تعمیر صرف اور صرف اسی طریقہ سے ممکن ہے کہ ایسی پالیسیاں تشکیل دی جائیں جو وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ ملکی ضروریات کے تقاضوں کو بھی پورا کریں۔ ایسا کیسے ممکن ہے وہ صرف ایسی صورت میں ممکن ہے جب اوپر ٹھیک ہو تو نیچے تک سسٹم خود بخود ٹھیک اور درست ہو جاتا ہے لیکن ایسا ممکن ہوتا نظر نہیں آرہا، اب تو پبلک سروس کمیشن پر بھی بھروسہ کرنا ممکن نہیں رہا۔

دھاندلیوں کا بازار یہاں بھی گرم رہتا ہے اور کئی طریقوں سے یہاں بھی ایسی میرٹ کی پالیسی شروع ہوگئی ہے، مختلف طریقوں سے پرچوں کو تبدیل کر کے اہل کو نااہل قرار دے دیا جاتا ہے اور انٹرویو میں اتنی دھاندلیاں ہوتی ہیں کہ عام آدمی ایسے طریقے سوچ کر حیران ہو جاتا ہے۔ سسٹم میں ایسے ناجائز طریقے اپنائے جارہے ہیں کہ یورپ اور ترقی پذیر ممالک کے پالیسی ہولڈر بھی سوچ نہیں سکتے ہیں، پھر کریم نیچے رہ جاتی ہے اور نااہلی اوپر براجمان ہو جاتی ہے۔

اس طریقہ سے مسلم تباہی وبربادی کی طرف آہستہ آہستہ سفر کر رہا ہے۔ پاکستان کا نظام تعلیم اگر درست ہو جائے تو تمام نظاموں میں درستگی سے معاشرہ درست ہو سکتا ہے۔

طریقہ تعلیم بھی جدید نفسیاتی تقاضوں کے مطابق نہیں ہے طلباء کی نفسیاتی سوچ اور رجحانات کو پاکستان ہمیشہ سے نظر انداز کرتا آرہا ہے۔ بچوں کو صرف حصول تعلیم پر ہی مجبور کرنا درست نہیں بلکہ رجحانات کو پرکھنا بہت ضروری ہے تاکہ ذہنی سوچ کو بچپن سے مدنظر رکھا جاسکے حصول تعلیم کے لئے مثبت اقدامات کئے جانا بھی اہم ہے۔

پاکستان میں خصوصی طور پر ایسے طریقے ہیں جو فرسودہ ہیں جن کا عملی طور پر فائدہ کم ہے۔ شہروں میں جدیدت کے باعث معیار تعلیم دیہاتوں کی نسبت قدرے بہتر ہے لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ ستر فیصد دیہاتوں میں تعلیمی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ شعبہ ایجوکیشن پر توجہ اور اصلاح سے ملک کا معاشرتی، سیاسی، مذہبی اور ثقافتی ڈھانچہ صحیح سمت اختیار کر سکتا ہے اس سے

ملک کی سیاسی، معاشرتی، ثقافتی اور مذہبی بنیادیں مضبوط ہو سکتی ہیں وزارت تعلیم شاید کافی عرصہ سے اس پر توجہ نہیں دے رہی ہے۔

شعبہ تعلیم میں محکمہ کو صرف گریجویٹ 'پوسٹ گریجویٹ اساتذہ کو جدید تربیت کے بعد بھرتی کرنا چاہئے۔

میٹرک پاس اساتذہ طلباء کی نہ تو بنیادیں مضبوط کر پا رہے ہیں اور نہ ہی انہیں صحیح جدید تقاضوں کے مطابق تعلیم دینے کے طریقے آتے ہیں' بے شعور اور عالمی حالات سے بے خبر اساتذہ طلباء کو کیسے باشعور بنا سکتے ہیں۔ یورپ اور ترقی یافتہ ممالک کا اگر موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں شعبہ تعلیم پر بجٹ بھی زیادہ مختص کیا جاتا ہے اور ہر سال شعبہ تعلیم میں اصلاحی اقدامات کئے جاتے ہیں اس طریقہ سے ان کا نظام تعلیم بہتر سے بہتر ہونے کی وجہ سے ملک ترقی کی منازل طے کر چکے ہیں ہر شعبہ زندگی میں ترقی 'خوشحالی' استحکام صرف اور صرف تعمیری اور باشعور سوچ سے ہے۔

پرائمری ہائی سکولوں 'کالجوں' یونیورسٹیوں میں تعلیم اور اساتذہ میں اصلاحی اقدامات کو فروغ دیا جا رہا ہے یہاں دیہاتوں میں خصوصی طور پر اساتذہ صرف ماہانہ تنخواہ اور دیہاڑی لگانے کے نقطہ نظر سے جاتے ہیں ان میں قوم کے معماروں کو شعور، احساس اور سوچ دینے کا جذبہ نہیں یعنی عبادت کا جذبہ بھی بہت ضروری ہے۔ ان کی اصلاح کے لئے خصوصی ٹریننگ سنٹر ہوں جو کہ ہر چھ ماہ بعد پندرہ یا ایک ماہ کی تربیت دیں وہ تربیت جدید ممالک کے شعبہ تعلیم کی نقل ہو پاکستان میں جتنا بے کار اور پسماندہ شعبہ تعلیم ہے کوئی اور نہیں۔

وزارت تعلیم ایسے افراد کو سونپ دی جاتی ہے جس کو تعلیم کی اصلاح کیا تعلیم کے مقاصد سے آگاہی نہیں ہوتی۔ تعلیم میں انقلاب لانے سے ملک میں ہر طرح کا انقلاب ممکن ہے۔ حکومتی اور انفرادی اقدامات و اصلاحات مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں۔

نظام تعلیم پر بجٹ فوج کے بعد دوسرے نمبر پر ہو۔

وزراء کو تعلیم میں سیاسی بھرتی بند کرنے کے خصوصی احکامات جاری کئے جائیں۔

نصاب کو جدید تقاضوں اور اسلامی نظریات و خیالات کے مطابق پہلی جماعت سے ایم اے تک تبدیل کیا جائے۔

اساتذہ کے طرز تعلیم اور سوچ کو تبدیل کر کے ملکی سوچ پیدا کی جائے۔

پرائمری سکولوں میں کم از کم گریجویٹ اور ہائی سکولوں میں پوسٹ گریجویٹ ٹیچر سے کوئی کم قابلیت نہ رکھتا ہو۔

خصوصی طور پر خواتین کے تناسب تعلیم میں اضافہ کیا جائے تاکہ وہ بچوں کی تربیت اصلاحی نقطہ نظر اور جدید تقاضوں اور سوچوں کے مطابق کر سکیں۔

تعلیم میں خاص کر سیاسی مداخلت 'اقربا پروری' رشتہ داریاں ختم ہونی چاہئیں تاکہ بلا امتیاز شعبہ تعلیم میں اساتذہ اپنے فرائض سر انجام دیں۔ پرائمری اور ہائی سکولوں کے اساتذہ کا تقرر گھروں کے نزدیک ترین سکولوں میں کیا جائے تاکہ فرائض میں غفلت نہ برتیں۔ ★

پاکستان کے تمام اساتذہ کی اصلاح اور باشعور سوچ دینے کے لئے ملک بھر میں تربیتی ادارے قائم کئے جائیں تا کہ پرانے خیالات اور فرسودہ سوچ کے خاتمہ سے طالبات میں بھی جدید سوچ سے انقلابی ذہن پیدا کئے جا سکتیں۔

امتحانات کا طریقہ سوالات' پرچہ جات اور مارکنگ کا طریقہ امتحانات میں بدعنوانیوں جیسے عناصر کا خاتمہ ہونا چاہئے۔

اساتذہ کو قانونی سزائیں عدم توجہ' غفلت اور فرائض میں لاپرواہی برتنے پر دی جائیں اور صرف ان اساتذہ کو بھرتی کیا جائے جو نفسیات ذہنی لحاظ سے تعلیم سے وابستہ رہنے کی صلاحیت اور قوتیں رکھتے ہوں۔

ضلعی سطح پر نظام تعلیم کو چیک کرنے کے لئے سپیشل ایجوکیشن شعبہ ہائے قائم کیا جائے تا کہ اساتذہ پر ضلعی سطح پر نظر رکھی جا سکے۔

ان تجاویز کے علاوہ بہت سی اور خامیاں اور اصلاحات ہیں۔ اساتذہ کے طرز زندگی' طرز گفتگو' طرز لباس اور دیگر لوازمات کا خصوصی خیال رکھنا اور ہدایات دینا بہت ضروری ہے۔ نظام تعلیم پر کسی حکومت نے بھی اصلاحی اقدامات نہ کر کے ملک کو پسماندگی کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔ پاکستان میں تعلیم کا تناسب 65 فیصد ہے لیکن یہ تعلیم حقیقی معنوں میں تعمیری تعلیم کا تناسب نہیں بلکہ مثبت اور سچی و حقیقی سوچ یا تعلیم کا تناسب بڑی مشکل سے 30 فیصد ہے۔

یہی وجہ ہے ملک کو صحیح اور وطن پرست حکمران ناقص اور غیر معیاری تعلیم ہونے کی وجہ سے نہیں مل رہے ہیں جیسے حکمران ہوں گے ان کی سوچ کے مطابق ہی پاکستان کے تمام شعبہ جات کام کریں گے ملک بھی اسی رفتار سے ترقی کرے گا۔ کیا ایسا نظام تعلیم ملک کو پسماندگی سے نکال کر ترقی و خوشحالی اور استحکام کی طرف لے جا سکتا ہے کیا کئی سالوں سے ایسی ڈگر پر چلنے والا نظام تبدیل ہو سکتا ہے۔ یقینی طور پر اگر پاکستان کے حکمران ملک و قوم سے مخلص ہو جائیں تو ضرور شعبہ تعلیم درست سمت اختیار کر سکتا ہے۔

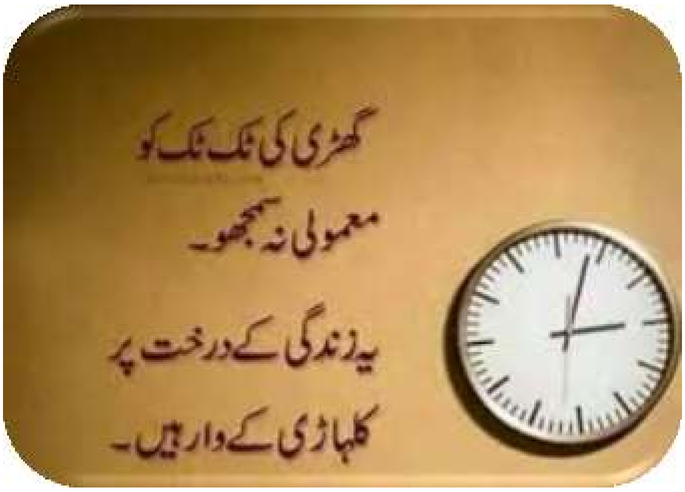

دورِ غزنوی

ایک شخص کی طبیعت ناساز ہوئی تو طبیب کے پاس گیا

اور کہا کہ مجھے دوائی بنا کے دو طبیب نے کہا کہ دوائی کے لیے جو چیزیں درکار ہیں سب ہیں سوائے شہد کے تم اگر شہد کہیں سے لا دو تو میں دوائی تیار کیے دیتا ہوں اتفاق سے شہد کا موسم نہیں تھا۔

اس شخص نے حکیم سے ایک ڈبا لیا اور چلا گیا لوگوں کے دروازے کھٹکھٹانے لگا

مگر ہر جگہ مایوسی ہوئی

جب مسئلہ حل نہ ہوا تو وہ محمود غزنوی کے دربار میں حاضر ہوا

کہتے ہیں وہاں ایاز نے دروازہ کھولا اور دستک دینے والے کی روداد سنی اس نے وہ چھوٹی سی ڈبی دی اور کہا کہ مجھے اس میں شہد چاہیے ایاز نے کہا آپ تشریف رکھیے میں بادشاہ سے پوچھ کے بتاتا ہوں۔

ایاز وہ ڈبیا لے کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کی کہ بادشاہ سلامت ایک سائل کو شہد کی ضرورت ہے۔

بادشاہ نے وہ ڈبیا لی اور برابر میں رکھ دی ایاز کو کہا کہ تین بڑے ڈبے شہد کے اٹھا کے اس کو دے دیے جائیں

ایاز نے کہا حضور اس کو تو تھوڑا سا چاہیے

آپ تین ڈبے کیوں دے رہے ہیں۔۔

بادشاہ نے ایاز سے کہا: "ایاز!!!

وہ مزدور آدمی ہے اس نے اپنی حیثیت کے مطابق مانگا ہے

ہم بادشاہ ہیں ہم اپنی حیثیت کے مطابق دینگے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں:

"آپ اللہ پاک سے اپنی حیثیت کے مطابق مانگیں وہ اپنی شان کے مطابق عطا کریگا شرط یہ ہے کہ مانگیں تو صحیح۔"

صحرا کا جہاز

ایک طالب علم کو استاد نے امتحان میں فیل کر دیا. طالب علم شکایت لے کر پرنسپل کے پاس چلا گیا کہ مجھے غلط فیل کیا گیا ہے پرنسپل نے استاد اور طالب علم دونوں کو بلا لیا اور استاد سے فیل کرنے کی وجہ پوچھی استاد صاحب نے بتایا کہ اس لڑکے کو فیل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہمیشہ موضوع سے باہر نکل جاتا ہے جس موضوع پر اسے مضمون لکھنے کو دیا جائے اسے چھوڑ کر اپنی پسند کے مضمون پر چلا جاتا ہے.

پرنسپل نے کوئی مثال پوچھی تو استاد صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے اسے بہار پر مضمون لکھنے کو کہا تو وہ اس نے کچھ اس طرح لکھا

موسم بہار ایک بہت ہی بہترین موسم ہوتا ہے اور اس کے مناظر بہت ہی دل نشین ہوتے ہیں۔ اس موسم میں ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے اور سبزے کی بہتات ہو جاتی ہے، اس موسم کو اونٹ بہت پسند کرتے ہیں اور اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحرا کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وغیرہ وغیرہ

پرنسپل صاحب نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ مناسبت کی وجہ سے بہار کی بجائے اونٹ پر لکھ بیٹھا ہو آپ اسے کوئی اور موضوع دے کر دیکھتے

استاد صاحب نے کہا کہ میں نے ایک دفعہ اس سے کہا کہ تم اس طرح کرو کہ جاپان میں گاڑیوں کی فیکٹری پر مضمون لکھو۔ اس طالب علم نے جو مضمون لکھا وہ کچھ اس طرح تھا

جاپان ایک ترقی یافتہ ملک ہے اور گاڑیوں کی صنعت میں اس کو منفرد و اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ جاپان دنیا میں پہلے نمبر پر ہے گاڑیاں بر آمد کرنے میں۔ ہمارے ملک میں بھی زیادہ تر گاڑیاں جاپان کی استعمال ہوتی ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں پیٹرول کی قیمت بہت زیادہ ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم سواری کے لیے اونٹ کا استعمال کریں اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پرنسپل بہت حیران ہوا اس نے کہا کہ شاید سواری کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے، آپ بالکل ہی کوئی الگ موضوع دے کے دیکھتے۔ استاد صاحب نے کہا جی ایک دفعہ میں نے بالکل ہی الگ موضوع دیا جس میں اونٹ کا ذکر آنا ہی ناممکن تھا میں نے اسے کمپیوٹر پر مضمون لکھنے کو کہا لیکن اس نے جو مضمون لکھا وہ کچھ اس طرح تھا۔

کمپیوٹر ایک نہایت ہی حیران کن ایجاد ہے۔ جو کام پہلے سالوں میں نہیں ہوتے تھے وہ آج سیکنڈوں میں ہوتے ہیں۔ کمپیوٹر کا انسانی زندگی پر بہت بڑا احسان ہے۔ آج کل کی نئی نسل کمپیوٹر کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔ اس کا استعمال زیادہ تر وہ لوگ کرتے ہیں جو تعلیم یافتہ ہوں۔ لیکن جہاں تک غیر تعلیم یافتہ طبقے کا تعلق ہے تو وہ کمپیوٹر پر توجہ نہیں دیتے کیوں کہ وہ اور سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ بالخصوص صحراؤں میں جو بدھو رہتے ہیں ان کو تو کمپیوٹر کا الف سے با نہیں پتہ۔ لہذا ہمارے علاقے میں یہ لوگ زیادہ تر وقت اونٹ کے ساتھ گزارتے ہیں۔ اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحرا کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پرنسپل نے یہ سن کر کہا کہ پھر تو آپ نے ٹھیک فیل کیا، پھر طالب علم سے کہا کہ میں آپ کو ایک موقع دیتا ہوں آپ یہیں بیٹھ کر ایک مضمون لکھو جو موضوع سے ادھر ادھر نہ ہٹے، طالب علم مان گیا اور پرنسپل نے اسے ایک روڈ ایکسیڈنٹ پر مضمون لکھنے کو کہا تو طالب علم یوں مضمون لکھتا ہے:

ایک دفعہ میں ریاض سے مکہ جا رہا تھا۔ میرے پاس ٹویوٹا کرسیڈا گاڑی تھی جو بڑی مست تھی۔ میں جناب ہائی وے پر بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ جا رہا تھا میں ایسے علاقے سے گزر رہا تھا جہاں پر اونٹ روڈ کراس کرتے ہیں۔ اور اونٹ کی خاص بات یہ ہے کہ وہ نہ ہی گاڑی سے ڈرتا ہے اور نہ ہی دور ہٹتا ہے۔ اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جب پرنسپل صاحب نے یہ مضمون پڑھا تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ تمہارا کوئی علاج نہیں اور اس کو فیل کر دیا۔ اب اس شاگرد کا شک یقین میں بدل گیا کہ اس کے ساتھ ضرور بالضرور ظلم ہوا ہے اور اس نے محکمہ تعلیم کو ایک درخواست لکھی

جناب عالی!

میں اپنی کلاس کا ایک نہایت ہی ذہین طالب علم ہوں اور مجھے سالانہ امتحان میں جان بوجھ کر فیل کر دیا گیا ہے، میرے استاد نے میری قابلیت کی وجہ سے مجھے فیل کیا ہے، جناب میں نے اپنے استاد کے ناقابل برداشت رویے پر ایسے ہی صبر کیا جیسے اونٹ اپنے مالک کے ستانے پر صبر کرتا ہے۔ مالک اونٹ سے اپنے کام بھی نکلواتا ہے اور اس کو ستاتا بھی ہے۔ اور ہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحرا کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔

اسلام کا سنہرا دور

ابو ریحان محمد ابن البیرونی کو وقت یعنی ماضی، حال اور مستقبل سے بے حد لگاؤ تھا۔ وہ ایک زیرک ریاضی دان تھے جنھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم فلکیات اور کرونو میٹری (یعنی وقت کی درست پیمائش کا سائنسی علم) کے ذریعے وقت کی پیمائش کرتے گزارا۔

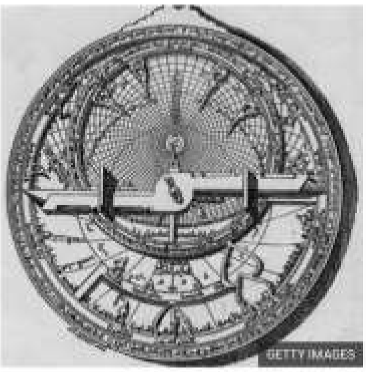

البیرونی نے ان مذاہب کی تاریخ پر غور کیا، یہ دیکھا کہ وہ اپنے کلینڈر کیسے بناتے ہیں اور ان کے تہوار اور دیگر تقریبات کب منعقد ہوتی ہیں۔ ان کی کتاب کے پہلے تین باب مذاہب کی بنیاد کے بارے میں ہیں یعنی یہ سب وقت کا حساب کیسے لگاتے ہیں

وقت سے متعلق اُن کی اس دیوانگی کی وجہ دراصل قرآن میں اللہ کی طرف سے دیا گیا یہ حکم تھا کہ "سورج اور چاند کی حرکت پر غور کرو۔"

تاہم البیرونی کی ذاتی زندگی سے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کے آیا وہ شادی شدہ بھی تھے یا نہیں اور اُن کی اولاد تھی یا نہیں۔ اُن کی لکھی ہوئی ایک نظم میں انھوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ انھیں اپنے والد کے بارے میں بھی علم نہیں تھا۔

ہمیں ان کے بارے میں جتنا بھی معلوم ہے اس کی وجہ ان کے چاند اور سورج گرہن سے متعلق مشاہدے ہیں۔ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ان کی وفات کس سن میں ہوئی، شاید 1050 عیسوی کے بعد۔۔ لیکن ہمیں یہ ضرور معلوم ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی علم حاصل کرنے کی جستجو میں گزار دی اور اس دوران 140 کتابیں بھی لکھ ڈالیں۔

ان میں سے 20 کتابیں اپنی اصل حالت میں اب بھی محفوظ ہیں اور ان میں سے زیادہ تر میں البیرونی نے آنے والے وقت کی درست پیمائش، جغرافیہ کو ریاضی کے ذریعے سمجھنے کی کوشش، جیو میٹری، علم پیمائشِ ارض، علومِ فلکیات اور اطلاقی ریاضی سے متعلق تحقیق کی۔

اس شعبے میں ان کی سب سے مقبول کتاب 'القانون المسعودی' میں وہ زمین اور ستاروں کی پیمائش سے متعلق قواعد وضع کرتے ہیں۔ وقت پیمائی سے متعلق ان کے جنون نے انھیں گزرے ہوئے وقت کے بارے میں بھی تحقیق کرنے پر مائل کیا۔

ان کی کتاب 'الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ' میں وہ گزرے ہوئی صدیوں کے واقعات کو تسلسل سے بیان کرتے ہیں اور مختلف مذاہب کے کیلنڈرز پر تحقیق کرنے کے بعد مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں کے تہواروں اور عقیدوں کے بارے میں بات کرتے ہیں اور ریاضی اور فلکی علوم کی تاریخ پر بھی نظر ڈالتے ہیں۔

میں نے اس سے زیادہ حقیقی تاریخ پہلے کبھی نہیں پڑھی جس میں وہ محفوظ شدہ وقت کے نظریے کا بہت خوبصورتی سے جائزہ لیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کے معنی کیا ہو سکتے ہیں۔

★

انڈیا میں وقت گزارتے ہوئے ان کا سب سے مشہور کام کتاب الہند یا تاریخ الہند لکھنا تھا جس میں انھوں نے انڈیا میں لوگوں کے عقیدوں، تہذیب اور ثقافت سے متعلق تحقیق کی جو ہمیشہ کے لیے امر ہو گئی۔ انھیں مطالعہ ہند کا بانی بھی کہا جاتا ہے اور اس طرح البیرونی موجودہ وقت کو قید کرنے کی جستجو میں بھی کامیاب ہوئے۔ انھوں نے انڈین نظریات کو اپنی تحریر کے ذریعے مستقل شناخت بخشنے کی کوشش کی۔

ساتھ ہی ساتھ انھوں نے ماضی کو بھی زندہ رکھنے کی کوشش کی، وہ انڈیا اور یونان کے قدیم باشندوں کو ایک خاندان کے جیسا سمجھتے تھے۔ تاہم ان کا وقت سے یہ جنونی لگاؤ دنیا کی نفی ہر گز نہ تھا۔ اپنے سیاسی کریئر سے متعلق انھوں نے کہا کہ 'مجھے دنیاوی چیزوں کی جانب کھینچ لیا گیا تھا اور بیوقوف مجھ سے حسد کرتے تھے جبکہ دانا مجھ پر ترس کھاتے تھے۔'

البیرونی نے اپنی زندگی علم حاصل کرنے کی جستجو میں گزار دی اور اس دوران 140 کتابیں بھی لکھ ڈالیں

البیرونی کا سیاسی کریئر مؤرخین کو متاثر نہیں کر سکا اس لیے تاریخ میں اس کے بارے میں ہمیں کم ہی حوالے ملتے ہیں۔ تاہم کہیں نہ کہیں ہمیں اس کی بازگشت ضرور سنائی دیتی ہے۔

انھیں بحرِ گیلان کے مشرقی علاقوں میں متعدد تابناک لیکن ہنگامہ خیز شاہی حکومتوں میں اعلیٰ عہدے دیے گئے۔ ان شاہی حکمرانیوں کا جلد خاتمہ ہو گیا۔ یہاں البیرونی کو بہت مقبولیت ملی، وہ انتہائی زیرک سیاست دانوں، مفکرین اور شاعروں کی توجہ حاصل کرتے رہے لیکن پھر ان حکومتوں کا خاتمہ ہو جاتا۔

نئی حکومت میں سابقہ حکومتوں کے لوگ بھی عہدے حاصل کر سکتے تھے، لیکن اگر ان کی پرانی حکومت سے وفاداریاں زیادہ مضبوط ہوں تو وہ اپنی قسمت کہیں اور آزما سکتے تھے۔ البیرونی 973 عیسوی میں خوارزم یعنی موجودہ ازبکستان میں پیدا ہوئے۔

البیرونی کو ابتدا سے ہی عربی اور فارسی میں مہارت حاصل کروائی گئی جبکہ انھوں نے دینی علوم جیسے قرآن، گرامر، دینیات اور قانون کی تعلیم بھی حاصل کی اور غیر عربی سائنسز جیسے علم فلکیات، ریاضی اور طبی علوم بھی پڑھے جن کی بنیاد یونانی نظریہ تھی۔

البیرونی کا پہلا سرکاری عہدہ افریغ دورِ حکومت میں بطور ماہرِ فلکیات تھا۔ افریغ دراصل خوارزم کے دارالحکومت کات کے حکمران تھے جہاں البیرونی بڑے ہوئے تھے۔ 995 میں افریغیان کو خوارزم کے دوسرے شہر گرگانج پر حکمرانی کرنے والے حریف گھرانے مامونیان سے شکست ہوئی۔

اس وقت البیرونی کی عمر محض 22 برس تھی اور وہ افریغیان کے خاصے قریب تھے اس لیے انھوں نے اپنی قسمت آزمانے کا سوچا اور اپنی زندگی کے اگلے تین برس خوارزم کے ہی ایک شہر بخارا میں گزارے، جہاں ان کی ملاقات متعدد علوم پر گرفت رکھنے والے مشہور سائنسدان ابن سینا سے ہوئی۔

ابنِ سینا ایک کرشماتی فلسفی تھے جو انتہائی پیچیدہ خیالات بیان کرتے تھے، ایک زیرک سیاست دان اور چھوٹی سی عمر میں قدرتی صلاحیتوں سے مالامال تھے۔

البیرونی نے ابنِ سینا کے ساتھ سائنسی موضوعات پر بحث کی اور البیرونی کے سوالات اور ابنِ سینا کی جانب سے ان کے جوابات آج بھی محفوظ ہیں۔

سوویت یونین کا 1973 میں جاری کردہ ڈاک ٹکٹ جس پر البیرونی کا تصویری خاکہ موجود ہے

البیرونی نے ابنِ سینا سے 18 سوالات پوچھے جن میں سے دس ارسطو کی کتاب السماوالعالم کے ترجمے کے بارے میں تھے جبکہ دیگر آٹھ قدرتی فلسفے سے متعلق تھے۔

ابنِ سینا دراصل ارسطو کے فلسفے کے پہلے مترجم تھے اور انھوں نے البیرونی کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ ان جوابات کی بنیاد پر البیرونی نے مزید 15 سوالات کیے۔ ان سوالات کے جوابات ابن سینا کے ذہین طالبِ علم نے دیے۔

مثال کے طور پر سوال نمبر دو میں البیرونی ارسطو کو اپنے مشاہدوں کی بجائے سابقہ فلسفیوں کے کام پر انحصار کرنے پر تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ سوال نمبر چھ میں البیرونی سیاروں کی بیضوی یعنی انڈے کی شکل جیسی حرکت کے بارے میں بات کرتے ہیں نہ کہ دائرہ نما۔ ابنِ سینا ان کے اس سوال پر ان کی تعریف کرتے ہیں۔

البیرونی ارسطو کو اپنے مشاہدوں کی بجائے سابقہ فلسفیوں کے کام پر انحصار کرنے پر تنقید کا نشانہ بناتے ہیں ان کے متعدد سوالات کا محور خلا ہوتا ہے۔ سوال نمبر 17 میں وہ پوچھتے ہیں کہ اگر چیزیں گرم کرنے سے پھیلتی ہیں اور ٹھنڈی کرنے سے سکڑتی ہیں تو پھر ایک شیشے کی صراحی ٹوٹ کیوں جاتی ہے جب اس میں موجود ہوا جم جاتی ہے؟ ایک اور سوال یہ کہ برف پانی پر تیرتی کیوں ہے اس میں ڈوبتی کیوں نہیں؟

ان سوالات کے مشاہدے سے یہ علم ہو جاتا ہے کہ البیرونی ارسطو پر اس لیے تنقید کر رہے تھے کیونکہ ان کا کام تجرباتی طور پر ٹھوس نہیں تھا اور وہ ابنِ سینا سے بھی متاثر نہیں ہوئے۔ بعد میں ایک کتاب میں البیرونی ابنِ سینا کو طنزیہ انداز میں 'لڑکا' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں حالانکہ وہ عمر میں ابنِ سینا سے صرف سات برس ہی بڑے تھے۔

998عیسوی میں 25 سالہ البیرونی طبرستان کی زیاریان دورِ حکمرانی میں کام کرنے لگے جہاں انھوں نے اپنی زندگی کے اگلے دس برس گزارے۔ یہاں انھوں نے اپنی کتاب الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ لکھنے کا آغاز کیا۔ انھوں نے اس کتاب میں آخری مرتبہ 70 برس کی دہائی میں تبدیلیاں کیں۔ یہ کتاب دراصل مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے۔

ان میں زرتشتر یا مجوسی مذہب سے پہلے کے افراد جو ممکنہ طور پر بدھ مت کو مانتے تھے، مجوسی، سغدیان جو قدیم ایرانی تہذیب سے تعلق رکھنے والے افراد تھے، خوارزمی یعنی البیرونی کے اپنے لوگ، یہودی، شامی عیسائی، اسلام کے ظہور سے پہلے موجود عربی اور مسلمان شامل ہیں۔ ★

البیرونی نے ان مذاہب کی تاریخ پر غور کیا، یہ دیکھا کہ وہ اپنے کلینڈر کیسے بناتے ہیں اور ان کے تہوار اور دیگر تقریبات کب منعقد ہوتی ہیں۔ ان کی کتاب کے پہلے تین باب مذاہب کی بنیاد کے بارے میں ہیں یعنی یہ سب وقت کا حساب کیسے لگاتے ہیں۔ باب چار سے آٹھ میں بادشاہوں اور پیغمبروں کے ادوار کے بارے میں بات کی گئی ہے تا کہ اس سے واقعات کی ترتیب وار تاریخ مرتب کی جاسکے جس سے موازنے میں آسانی ہو۔

باب نو سے 20 میں کلینڈرز کا تذکرہ ہے جبکہ باب 21 میں چاند کے محل وقوع کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ البیرونی نے جن ذرائع سے یہ معلومات حاصل کی ہیں وہ دستاویزات ہیں، سنی سنائی باتیں نہیں ہیں۔ انھوں نے اس حوالے سے جتنے ہو سکے دستاویزات اکھٹے کیے اور انھیں دلیل اور معقولیت کے حوالے سے جانچنے کی کوشش کی۔

انھوں نے واقعات کی مختلف نقول میں مطابقت ڈھونڈی، جس ذریعے سے انھیں معلومات ملیں انھیں دھیان سے ریکارڈ کرنے کی کوشش کی اور جب اس حوالے سے کوئی تضاد ان کے سامنے آیا تو انھوں نے اسے غیر جانبدار ہو کر پرکھا۔ یہ سب ان کی جانب سے ایک عرصے سے وقت پیمائی یا کرونوگرافی میں دلچسپی کے اثر کے باعث تھا۔

15 برس تک غائب رہنے کے بعد البیرونی واپس کات گئے جہاں انھیں 'ندیم' کی حیثیت میں ایک سرکاری عہدہ دیا گیا۔ ندیم دراصل حکمران کے دربار کا ایک ایسا خاص آدمی ہوتا ہے جو اسی کے ساتھ کھاتا پیتا بھی ہے۔

حکمران کے انتہائی قریب ہونے کے باعث البیرونی نے متعدد سفارتی دوروں پر ان کی نمائندگی بھی کی۔ تاہم ان کی سیاسی زندگی میں 1017 میں اس وقت بھونچال آیا جب ایک افغان فوجی حاکم محمود غزنوی نے ان کے حکمران سے اپنا دربار مکمل طور پر ان کے حوالے کرنے کا کہا۔

اس طرح اس دورِ حکومت کا بھی خاتمہ ہوا اور یوں البیرونی غزنوی حکومت کا حصہ بن گئے۔ 1017 سے 1030 کے درمیان البیرونی کی زندگی اور ان کی محمود الغزنوی کی حکومت میں کردار کے حوالے سے ابہام موجود ہے۔ یہ امکان بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ انھیں ان کی مرضی کے بغیر حکومت کا حصہ بنائے رکھا گیا ہو۔

تاریخ میں ملنے والے ایک اور حوالے میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بطور سرکاری نجومی مستقبل کا حال بتاتے ہوئے انھیں محمود الغزنوی کی برہمی کا سامنا بھی کرنا پڑا تھا۔ جب محمود غزنوی نے انڈیا کے ان حصوں پر حملے کیے جو آج کل پاکستان کہلاتے ہیں تو البیرونی بھی ان کے ہمراہ تھے اور اس دوران محمود نے متعدد براہمن ذات کے ہندوؤں کو جنگی قیدی بنایا۔ یہ براہمن البیرونی کے لیے انڈیا کے بارے میں وہاں کے مذاہب سے متعلق معلومات حاصل کرنے کا اہم ذریعہ بنے۔

اپنی ایک کتاب میں وہ انڈین تہذیب سے متعلق اپنی دلچسپی کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'اس کے ذریعے ہمیں انڈیا میں رہنے والوں کے نقطہ نظر سے حالات وواقعات کا جائزہ لینے کا بھی موقع ملتا ہے اور اس طرح ہم انھیں رعایت دیے بغیر نہیں رہ پاتے۔ ★

'یہ سچ ہے کہ انڈین باشندوں کو ویسی رہنمائی اور منطقی دلائل نہیں دیے گئے جیسے قدیم یونانی باشندوں کو دیے گئے تھے لیکن پھر بھی اس دور میں انھوں نے اپنے آباؤ اجداد کے بنیادی اصولوں کو محفوظ کر رکھا ہے۔ اس لیے ان کی جانب سے تاریخ کو محفوظ رکھنے اور قیاس آرائیوں پر مبنی تحقیق کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیے، اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

یہی نہیں، پرانے وقتوں میں انڈین اور یونانی ایک گھرانے جیسے ہوا کرتے تھے۔ دونوں جگہوں پر پولیس کا یکساں نظام ہوا کرتا تھا اور دونوں ہی علومِ فلکیات کی دو شاخوں سے متعلق ایک جیسے بنیادی خیالات رکھتے تھے یعنی علمِ فلکیات اور علمِ نجوم۔'

پھر البیرونی کو اپنے دور کے انڈین باشندوں کے حوالے سے کچھ اہم معلومات بھی ملیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ 'میں گذشتہ کچھ عرصے سے انڈیا کے ریاضی دانوں اور ماہرِ فلکیات کے کتب کے ترجمے کر رہا تھا۔ مجھے ایسی کتابیں بھی ملیں جن میں انڈیا کے بااثر افراد اپنے فلسفے کو محفوظ رکھ رہے تھے تاکہ وہ بہتر انداز میں عبادت کر سکیں۔ جب میں نے ان دستاویزات کا ایک استاد کی موجودگی میں حرف بہ حرف مطالعہ کیا تو مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ میں انھیں دیگر سچ کی جستجو کرنے والوں سے دور رکھوں اس لیے میں نے انھیں منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا

البیرونی نے ابنِ سینا کے ساتھ سائنسی موضوعات پر بحث کی اور البیرونی کے سوالات اور ابنِ سینا کی جانب سے ان کے جوابات آج بھی محفوظ ہیں

البیرونی کے دور کے انڈین باشندوں نے اپنے ماضی کو زندہ رکھا ہوا تھا لیکن یونان کے قدیم باشندوں کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ انھیں بہت جلد بھلا دیا گیا تھا۔ انڈین تہذیب نے البیرونی کو تاریخ کو زندہ کرنے کا موقع دیا لیکن یہ ایک آسان کام نہ تھا۔

کوئی کیسے ایک پوری تہذیب کو الفاظ کی شکل دے سکتا ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک انتہائی قدیم اور نفیس تہذیب کو ایک مشکل زبان سے ترجمہ کرتے ہوئے کتابی شکل دی جائے؟

تاہم البیرونی نے سنسکرت سے عربی میں کتابوں اور دستاویزات کے ترجمے کرنے کے مشکل عمل آغاز کر دیا۔ انھوں نے اس حوالے سے ثبوت اکٹھے کرنا شروع کر دیے اور براہمن قیدیوں سے مدد بھی حاصل کی لیکن ان تمام شواہد اور معلومات کو ایک مجموعے کی شکل دینا بھی ایک الگ مسئلہ تھا۔ اس سے قبل کسی نے ایسی کتاب لکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی اور یہ ایک خاصا وسیع منصوبہ تھا۔ یہ تقریباً ایک لاکھ 30 ہزار الفاظ کی کتاب ہے۔

شاید البیرونی کو اس مسائل کا حل کتاب لکھنے سے پہلے ہی معلوم ہو، شاید انھیں اچانک سے اس بارے میں خیال آیا ہو، ہم نہیں جانتے۔ اس حوالے سے ان کی جانب سے دیا گئے حل کو وہ جیومیٹریکل راستے کا نام دیتے ہیں اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ:

اب تک یہ ممکن نہیں ہو سکا کہ ہم 'جیو میٹریکل پاتھ' کا تعاقب کریں اور اس کے ذریعے اس سے پہلے ہونے والے عمل کا پتا چلائیں۔ اسی طرح اس کتاب میں اب کچھ باتوں کا ذکر ایک باب میں کیا جائے گا جبکہ ان کی وضاحت دوسرے باب میں دی جائے گی۔ اس طرح البیرونی نے کتاب کے باب تقسیم کیے۔

کتاب کے آغاز میں وہ ایک مسلمان مؤرخ کی حیثیت سے انڈین تہذیب پر تحقیق کرنے کے دوران پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر وہ خدا اور دینیات کے موضوع پر بات کرتے ہیں اور پھر جغرافیہ اور علم فلکیات کے بارے میں۔ اس کے بعد وہ وقت کی پیمائش اور ستاروں کی حرکت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اس کتاب کے اختتام پر وہ انڈین باشندوں کے رسم ورواج اور ان مذہبی وثقافتی تہواروں کے حوالے سے بات کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ان کے اوقات کا اندازہ کیسا لگایا جاتا ہے۔ تاریخ الہند ایک نہایت قیمتی کتاب ہے۔

1030 میں محمود غزنوی کی وفات نے ان کی قسمت بدل دی۔ ان کے بعد آنے والے حاکم، مسعود نے انھیں حکومت کا چیف ماہرِ فلکیات بنادیا۔ وہ اب نہ صرف تاریخ الہند مکمل کرسکتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ مفصل کتاب یعنی القانون المسعودی لکھی اور اسے حاکم کے نام سے منسوب کیا۔ اس کتاب کو فلکی علوم میں خاصی اہمیت حاصل ہے۔

اپنی عمر کے آخری حصے میں بھی البیرونی کی توانائیاں کم نہ ہوئیں۔ انھوں نے 1036 میں 60 کے پیٹے میں کتابوں کی جامع فہرستیں تیار کیں۔ ان میں نویں صدی کے مسلمان فلسفی الرازی کی 180 کتابوں کی فہرست شامل ہے۔ انھوں نے اپنی 128 کتابوں کی بھی فہرست بنائی اور انھوں نے طب کی تاریخ کے بارے میں بھی ایک فہرست بنائی جن میں یونانی نسل کے معالجین کا ذکر ہے۔

اس تمام عرصے کے دوران البیرونی کا وقت کے ساتھ لگاؤ برقرار رہا۔ میں ایسے اساتذہ سے پڑھا ہوں جو البیرونی کے مداح تھے اور میں خود بھی ان کے کام سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ ان کا کھلے ذہن کے ساتھ اس خیال سے متعلق سوچنا کہ کائنات میں سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں اگر اس حوالے سے بہتر ثبوت فراہم کیے جائیں۔

ان کا اس نتیجے پر پہنچنا کہ انڈیا کے متعدد حصے ایک موقع پر سمندر تلے تھے۔ ان کی جانب سے پنجاب میں نندانہ کے مقام سے کیے گئے مشاہدوں اور جیو میٹری پر عبور حاصل ہونے کے باعث زمین کے گھیر کی پیائش ایک بڑی کامیابی تھی۔

ان کی زمین کی حرکت اور اس کی رفتار کی درست پیائش بھی ایک کارنامے سے کم نہیں تھا لیکن مجھے البیرونی سے متعلق جو چیز بہت پسند تھی وہ ان کا انسانی پہلو ہے۔

جیسے جب وہ سنسکرت سیکھنے میں دشواری سے متعلق بات کرتے ہیں، یا ان کی جانب سے یہ کہنا کہ آخر کار میں نے ایک ایسی کتاب کا عنوان پڑھا جس سے میرے تجسس میں اضافہ ہوا کیونکہ اس موضوع پر وہ چار دہائیوں سے کوئی کتاب ڈھونڈ رہے تھے۔ ★

اس کے علاوہ اپنے والد کی جانب سے ان کی کتابیں پڑھنے کے بعد خوشی کا اظہار اور سائنس کے مخالفین پر تنقید۔ پھر وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ ایک لمبے عرصے تک بیمار رہنے کے بعد انھوں نے کیسے اپنے سائنسی عقائد ایک طرف رکھ کر نجومیوں سے قسمت کا حال معلوم کیا تھا اور پھر بعد میں نجومیوں کو ہی شدید تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔

یا جب وہ اس خواب کا ذکر کرتے ہیں جس میں وہ پہلے دن کا چاند دیکھتے ہیں تو انھیں آواز آتی ہے کہ 'تم 170 مزید پہلے دن کے چاند دیکھو گے یعنی تم مزید 15 برس تک زندہ رہو گے۔

میرے لیے اس انتہائی ذہین شخص کی آخری کتاب ان کی دانائی کی عکاس ہے جس میں وہ دواسازی اور علم الادویات سے متعلق بات کرتے ہیں۔ یہ البیرونی نے اس وقت لکھی جب ان بینائی کمزور ہو رہی تھی اور وہ ٹھیک سے سن بھی نہیں سکتے تھے۔ انھیں اس کتاب کو مکمل کرنے کے لیے ایک مددگار کی ضرورت پڑی لیکن پھر بھی یہ کتاب 800 صفحات پر محیط ہے۔

البیرونی کے مطابق دواسازی کا شعبہ دراصل بہترین ماہرین طب کی جانب سے وضع کردہ نسخوں کی بنیاد پر ادویات کو بہترین حالت میں تجربے کرنے کے بعد ان کی درست اقسام کا انتخاب کرنا ہے۔

انھوں نے اس کتاب میں ایک ہزار سے زیادہ دواؤں کے نسخے لکھے، اس حوالے سے تقریباً 100 حوالے دیے اور وہ 20 زبانوں یا لہجوں پر محیط مواد کو تحقیق کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اب یہ میرے نزدیک ایک عالم کی پہچان ہے۔

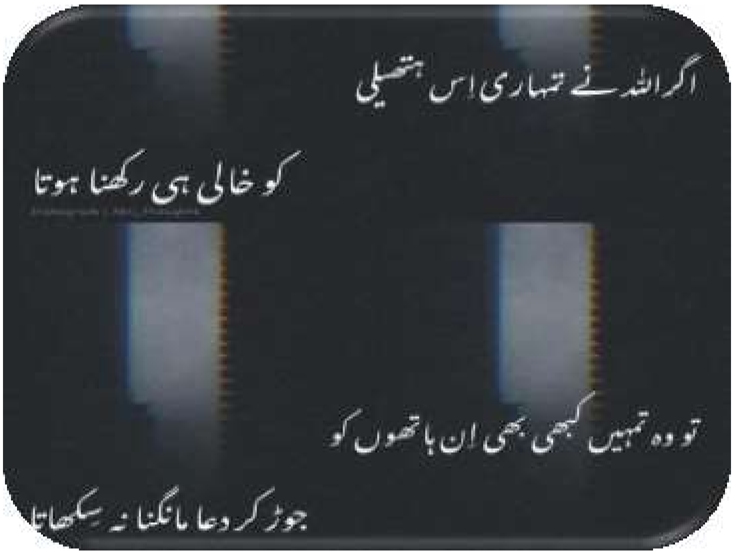

قدیم جاپانی فنون

جاپان ہے تو ایک نہایت چھوٹا سا ملک جو دوسری جنگ عظیم میں تقریباً تباہ ہو گیا تھا، لیکن جنگ کے خاتمے کے بعد جاپانیوں نے اپنی ہمت اور علم دوستی کی بنا پر سائنس اور ٹیکنالوجی، کے میدان میں اس قدر ترقی کی کہ ساری دنیا اُن پر رشک کرنے لگی۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ جاپانی شاید دنیا کی وہ واحد قوم ہے جس نے جدید و قدیم کو اس خوب صورتی سے اب بھی ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھا ہوا ہے کہ اسے دیکھ کر ان کے سلیقے، نفاست اور جمالیاتی ذوق پر رشک آتا ہے۔ ان کے فنون اس قدر دلچسپ ہیں کہ دنیا بھر میں لوگ انھیں پسند کرتے، سراہتے اور سیکھتے بھی ہیں۔

آیئے ان کے بارے میں آگاہی حاصل کریں۔

بُون سائی (Bon Sai)

بون سائی کے لفظی مطلب ہیں ٹرے میں پودا اُگانا۔

اس میں فن کارانہ بات یہ ہے کہ بڑی جسامت کے درختوں کو چھوٹے چھوٹے کھلے منہ کے گملوں میں اُگایا جاتا ہے۔ ہم انھیں بونے درخت بھی کہہ سکتے ہیں۔

جن کے تنوں اور جڑوں کو مہارت اور احتیاط کے ساتھ چھانٹا جاتا ہے اور تاروں کے ذریعے سے شاخوں کو موڑ کر درخت کو کسی بھی شکل میں پروان چڑھایا جاتا ہے۔ کچھ عرصے کی محنت اور دیکھ بھال سے یہ بونے درخت اتنی جاذب نظر شکل و صورت اختیار کرتے ہیں کہ دیکھنے والے حیران ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

مزید حیران کن بات یہ ہے کہ اگر پھل اور پھول دار درختوں کی بون سائی کی شکل دی جائے اور مناسب نگہداشت کی جائے تو ان درختوں پر پھل اور پھول بھی لگتے ہیں۔ ذرا سوچیں ہماری کھانے کی میز پر آموں سے لدا ہوا بونا درخت اور ڈرائنگ روم کے کونے میں نیم کا بونا درخت سب کو کتنا بھلا معلوم ہو گا!

اَوری گامی (Origami)

اگر آپ کو کہیں کاغذ کا کوئی ٹکڑا نظر آئے تو آپ کیا کریں گے؟ یقیناً آپ اچھے بچوں کی طرح اُسے کوڑے دان میں پھینک دیں گے، لیکن جاپانی کاغذ کے ٹکڑوں کو پھینکتے نہیں، بلکہ انھیں انتہائی مہارت کے ساتھ خاص زاویوں سے تہ کر کے ایسی شکلوں میں تبدیل کر دیتے ہیں کہ ہم حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ یہ فن اَوری گامی کہلاتا ہے۔ جاپانی زبان میں اس کے لفظی معنی "کاغذ کو تہ کرنے" کے ہیں۔ یہ تقریباً ایک ہزار سال قدیم فن ہے۔ ابتداء میں اس فن کے ماہروں کو جاپان کے شہنشاہوں کے دربار میں اپنا فن دکھانے کی دعوت دی جاتی تھی، جہاں وہ بادشاہ اور درباریوں کو کاغذ موڑ کر خوب صورت پھول، پرندے اور جانوروں کے ماڈل بنا کر حیرت زدہ کر دیتے تھے۔ ★

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ہنر عام لوگوں میں منتقل ہو گیا۔ آج نہ صرف جاپان، بلکہ پوری دنیا میں بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی یہ فن سکھایا جاتا ہے۔ اَوری گامی خاص طور پر بچوں کے لئے ایک بہترین مشغلہ ہے۔ جس کے ذریعے بچے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے محض کاغذ سے مختلف چیزیں تیار کرتے ہیں۔

یہ کاغذی چیزیں عموماً بغیر کسی قینچی یا گوند کے صرف ہاتھوں سے بنائی جاتی ہیں، یعنی "کم خرچ، بالا نشین۔

اِکے بانا(Ikebana)

یہ بھی ایک خوب صورت جاپانی فن ہے، جس کے معنی "پھولوں کی سجاوٹ" ہے۔ یہ تقریباً پانچ سو سال قدیم ہنر ہے، جس میں پھولوں اور پتوں والی شاخیں ایسے منفرد اور دل نشین انداز میں ترتیب سے سجائی جاتی ہیں کہ دیکھنے والے اَش اَش کر اُٹھتے ہیں ، یہاں تک کہ سوکھی ہوئی ٹہنیوں کو اس مہارت سے سجایا جاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

اس فن کی شروعات بدھ مذہب کے مندروں میں پھولوں کی آرائش سے ہوئی۔ مندروں میں تہواروں کے موقع پر بدھ مذہب کے پیروکاروں کی کوشش ہوتی ہے کہ مندروں کو پھولوں کے ذریعے بہترین انداز میں سجایا جائے۔ اس کوشش میں جاپانیوں نے پھولوں کی آرائش کے نت نئے اور اچھوتے انداز اختیار کیے جو کہ رفتہ رفتہ پوری دنیا میں جانے اور مانے گئے اور باقاعدہ ایک فن کی شکل اختیار کر گئے۔

اِکے بانا کے فن کار اسے صرف ایک تخلیقی عمل ہی نہیں سمجھتے، بلکہ پھول پتیوں کی سجاوٹ کو وہ اپنی روحانی خوشی کا ذریعہ بھی سمجھتے ہیں۔ اپنی تخلیقات کو دنیا کے سامنے پیش کر کے وہ سب کو اس خوشی میں شریک کرتے ہیں۔ کسی بھی ترتیب کو عمل میں لانے کے لئے فن کار خوب صورتی، پھولوں اور گلدانوں کی بناوٹ اور دوسری باریکیوں کو مد نظر رکھتے ہیں۔

آپ بھی اپنی کیاریوں سے اپنی پسند کے پھول اور ہری بھری شاخیں لائیں اور انھیں اپنی پسند اور ذوق کے مطابق ترتیب دے کر اپنے گھر کو سجائیں۔

کمپلینٹ باکس

پانچویں آسمان پر موجود ڈاک خانے کا راستہ یہاں سے ہو کر جاتا ہے؟ نمرہ نے راہ چلتے فرشتے کو روک کر پوچھا۔ جی ہاں مگر ڈاک خانہ کچھ ہی منٹوں میں بند ہونے والا ہے۔ فرشتے نے گھڑی دیکھتے ہوئے نمرہ کو جواب دیا۔ مگر عموماً ڈاک خانہ تو دوپہر 3 بجے تک کھلا رہتا ہے۔

نمرہ فرشتے کے جواب پر یک دم بولی۔ جی ہاں مگر معاملات جمعہ کے روز کچھ اور ہوتے ہیں محترمہ۔ فرشتہ لمبی سانس بھرتے ہوئے جواباً بولا۔ گھڑی اس وقت 12 بجا رہی تھی اور نمرہ اپنی بے انتہا کوششوں کے باوجود ابھی تیسرے آسمان تک ہی پہنچی تھی۔

ایسے ہی کچھوے کی چال چلتی رہی تو آج بھی شکایت نامہ پوسٹ نہ ہو پائے گا اور پھر بات کل پہ پڑ جائے گی۔ نمرہ خود سے بات کرتے ہوئے ایک دم منفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی "نہیں... چاہے جو ہو جائے شکایت نامہ تو میں آج ہی پوسٹ کروں گی"۔

نمرہ نے فوراً وقت نہ ضائع کرتے ہوئے اپنے ہیل والے جوتے اُتارے اور آؤ دیکھا نہ تاؤ سیدھا دوڑ لگا دی۔ نمرہ اتنی تیز بھاگ رہی تھی جیسے ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو۔ ہوا کے گھوڑے پر سوار راستے کی زینت بنے کئی واقعات نمرہ نظر بند کرتی جا رہی تھی۔

پانچویں آسمان پر موجود ڈاک خانے کے راستے میں کئی باغات پڑتے تھے۔ جو ہر لحاظ سے حسین اور پر سکون تھے۔ ان باغات کو نظر بند کرتے ہوئے کئی بار نمرہ کا دل کرتا کہ کہیں رُک کر آرام کر لے مگر ذہن پر سوار شکایت نامے کا خیال اُس کا حوصلہ ٹوٹنے نہ دیتا۔

بالآخر نمرہ ڈاک خانے کے باہری دروازے سے داخل ہوئی۔ سوالیوں کی لمبی قطار دیکھ کر نمرہ حیرت زدہ رہ گئی۔ ہر کوئی اپنا خط پوسٹ کرنے کی اُمید لئے ڈاک خانے کے بنیادی دفتر کے باہر اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا۔

نمرہ من ہی من میں سوچنے لگی "میں واحد نہیں ہوں جو اللہ کو شکایت نامہ بھیجنے کی نیت سے آئی ہوں..... میرے علاوہ بہت سے اور بھی ہیں جو اپنی موت سے خوش نہیں۔

"انتظار کرنے والوں کی قطار میں نمرہ کا نمبر آخری تھا۔ گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد آخر وہ وقت آ ہی گیا جس کا نمرہ کو بے صبری سے انتظار تھا۔ جیسے ہی نمرہ ڈاک خانے کے بنیادی دفتر میں داخل ہوئی تو اُس کی نظر اُس فرشتے پر پڑی جو اللہ کے نام لکھے خطوط پوسٹ کرنے کا کام سر انجام دیتا تھا۔

وہ فرشتہ بہت جلدی میں تھا۔ اُس نے نمرہ کو خوش آمدید کہے بغیر ہی اپنے کاؤنٹر پر "بند" کا بورڈ لگا دیا۔ "دفتر بند ہو گیا ہے آپ اگلے ہفتے تشریف لے آیئے گا" فرشتے نے نمرہ سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ ★

”دیکھیں میں بڑی مشکل سے یہاں پہنچی ہوں آج۔۔۔اور میرا آج کے آج یہ خط پوسٹ کرنا بہت ضروری ہے۔نمرہ فرشتے سے التجا کرتے ہوئے بولی۔

”محترمہ جمعہ کا وقت ہے اور میں معمول سے تھوڑا لیٹ ہو گیا ہوں۔میں اس وقت آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔“فرشتہ تیز لہجے میں بولا۔

”دیکھیں میں اپنی اچانک موت سے خوش نہیں ہوں اور مجھے اپنی یہ شکایت جلد از جلد اللہ تک پہنچانی ہے۔میرے بہت سے کام زمین پر ادھورے پڑے ہیں جن کا مکمل ہونا بہت ضروری ہے۔“نمرہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے فرشتے سے بول "پلیز مجھے یہ خط پوسٹ کرنے دیں اللہ آپ کا بھلا کرے۔

“نمرہ کی پُر اصرار التجا فرشتہ زیادہ دیر ترک نا کر پایا۔وہ ایک لمحے کے لئے سوچ میں پڑ گیا۔”محترمہ!“فرشتے نے نمرہ کو مخاطب کر کے ایک لمبی سانس کھینچی۔آپ ایک کام کریں....“فرشتہ بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

”آپ اس کمرے میں موجود کمپلینٹ باکس میں اپنا خط اس مہر کے ساتھ خود ہی ڈال دیں.....میں تھوڑا جلدی میں ہوں۔“فرشتہ اپنی بات مکمل کرتے ہی وہاں سے چلا گیا۔اب اُس خالی ڈاک خانے میں نمرہ اپنے شکایت نامے کے ہمراہ تنہا کھڑی تھی۔

فرشتے نے جس جانب اشارہ کیا تھا وہ کمرہ بنیادی آفس کے شمال میں واقع تھا۔نمرہ نے وقت ضائع نہ کرتے ہوئے کمرے کی جانب قدم بڑھائے۔قدم بڑھاتے ہوئے نمرہ کے ہاتھ اپنے بائیں کندھے پر لٹکے ہوئے پرس سے شکایت نامہ نکالنے میں مصروف تھے۔

جیسے ہی نمرہ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا شکایت نامہ لے کر کمرے میں داخل ہوئی اس کی نظر تھوڑی دور پڑے کمپلینٹ باکس پر پڑی جو خالی تھا۔یہ ڈبا خالی کیسے ہو سکتا ہے جبکہ باہر لگے سوالیوں کے ہجوم کی میں خود گواہ ہوں۔نمرہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک اُس کی نظر کمپلینٹ باکس سے تھوڑا دور رکھے ایک اور باکس پر پڑی جس کے باہر ”تھینک یو“ لکھا تھا۔

وہ باکس اس قدر بھرا ہوا تھا کہ اُس کی اُوپر والی سطح پر موجود کچھ خطوط آسانی سے نکالے جا سکتے تھے۔“لوگ مرنے کے بعد بھی عقلمندی کا مظاہرہ نہیں کرتے....ورنہ کمپلینٹ باکس میں ڈالے جانے والے خط کبھی کسی دوسرے باکس کی عزت نہ بڑھاتے۔

“نمرہ کا خیال تھا کہ لوگ غلطی سے اپنی شکایات دوسرے ڈبے میں ڈال گئے ہیں۔جبکہ اُن کا اصل مقام کمپلینٹ باکس تھا۔کیوں نہ میں ہی ان لوگوں کی غیبی مددگار بن جاؤں؟نمرہ نے مدد کرنے کے خیال سے سوچا۔نمرہ اب تھینک یو باکس کے پاس کھڑی ایک ایک کر کے خط نکالنے لگی۔

خط بغیر کسی لفافے کے تھے اس لئے آسانی سے پڑھے جا سکتے تھے۔اور یہی وجہ تھی کہ نمرہ نہ چاہتے ہوئے بھی خطوط پڑھنے لگی۔پہلا خط جو نمرہ نے پڑھا وہ ایک بوڑھے آدمی کا تھا جس کے دو بیٹے تھے۔

★

خط میں لکھا تھا:

اے میرے رب میں تیرا کس طرح شکر ادا کروں۔

تو میرے بیٹوں کی نیت سے خوب واقف تھا۔ تو جانتا تھا کہ وہ میرے فرمانبردار اس وجہ سے نہیں ہیں کیونکہ وہ میری اولاد ہیں۔ ان کی وفاداری کے پیچھے ان کے مکارانہ ارادے اور اُن کی سوتیلی ماں کے نام وہ جائیداد ہے جو میں نے کئی برسوں پہلے اُسے نکاح کے وقت دی تھی۔ میرے بیٹے وفاداری کی آڑ میں مجھ سے وہ جائیداد لینا چاہتے تھے۔ اُن کا مقصد اپنی دوسری ماں کی تمام تر خدمتیں فراموش کر کے اُسے بے گھر کرنا تھا۔ مگر تو نے ایسا ہونے نہ دیا۔ میری اچانک موت نے میرے بیٹوں کے ناپاک ارادے ناکام کر ڈالے اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی ماں کی خدمت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

بے شک تو تمام علم رکھنے والا کارساز ہے۔ بے شک موت برحق ہے۔"

دوسرا خط لکھنے والی روح ایک جوان بے اولاد عورت کی تھی۔

اس خط میں لکھا تھا:

"اے میرے رب میں کس طرح تیرا شکر ادا کروں۔ میں کئی سالوں سے بے اولاد تھی اور اس بات سے بے خبر تھی کہ میرا شوہر کسی دوسری عورت سے ناجائز رشتہ قائم کرنے کا خواہش مند ہے۔

میری بیماری سے ہوئی اچانک موت نے مجھے دنیا کی اذیت بھری زندگی اور میرے شوہر کی بے وفائی دونوں سے نجات دے دی۔ بے شک تو تمام علم رکھنے والا کارساز ہے۔ بیشک موت برحق ہے۔"

تیسرا خط اس مرد کا تھا جو سڑک پر ہونے والے کار حادثے کا شکار ہو چکا تھا۔

خط میں لکھا تھا:

"اے میرے رب میں تیرا کس طرح شکر ادا کروں۔ میری موت نے میری اولاد کو وہ حق عطا کیا جو میں اپنی زندگی میں شاید نہ عطا کر پاتا۔ میری موت میرے امیر بھائی کے دل میں خدا خوفی کا باعث بنی۔ اور اس نے میری اولاد کو ان کا جائز حق دے دیا اب میری اولاد کبھی روٹی کی محتاج نہیں ہو گی۔

بے شک تو تمام علم رکھنے والا کارساز ہے۔ بے شک موت برحق ہے۔"

اگلا خط اُس بچے کا تھا جس نے دنیا میں کل تین روز گزارے۔

خط میں لکھا تھا:

"اے میرے رب میں تیرا کس طرح شکر ادا کروں۔ تو نے مجھے میرے والدین کی بخشش کا وسیلہ بنایا ہے۔

شاید ہی میری زندگی میرے والدین کے حق میں اتنی کارآمد ہو پاتی جتنی میری موت ہے۔ بے شک تو تمام علم رکھنے والا کارساز ہے۔ بیشک موت برحق ہے۔"

★

آخری خط جو نمرہ نے پڑھا وہ زینب کا تھا۔

خط میں لکھا تھا:

"اے میرے رب میں کس طرح تیرا شکر ادا کروں۔

تونے میری موت روشن کر دی۔ اے میرے رب میں شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے دنیا کی عدالت کا محتاج نہ رکھا۔ دنیا کی عدالتیں پامال عزتوں کا انصاف کرنے میں ہمیشہ ناکام رہی ہیں۔ میری عزت تونے ہمیشہ کے لئے محفوظ کرلی۔۔۔ میں شکر گزار ہوں تیری عطا کردہ جنت کی۔

بیشک تو تمام علم رکھنے والا کارساز ہے۔ بیشک موت برحق ہے۔"

جیسے ہی نمرہ نے رب کے نام زینب کا خط پڑھا اُسے اپنا وجود اپنے ہاتھ میں موجود شکایت نامہ جیسا چھوٹا محسوس ہونے لگا۔

"محترمہ آپ ابھی تک یہاں ہیں؟" فرشتے کی اچانک آمد پر نمرہ پریشان ہو گئی۔

"ہاں۔۔بس۔۔وہ میں جارہی تھی۔" نمرہ نے گھبرا کر جواب دیا۔ "مگر خط تو آپ نے کمپلینٹ باکس میں ڈالا نہیں؟" فرشتے کے سوال پر نمرہ نے اپنا خط اپنی ہتھیلی میں زور سے دبا لیا۔ "ہاں...وہ مجھے خیال نہیں رہا میں جلدی میں غلط خط اُٹھا لائی۔ پھر کسی دن تشریف لے آؤں گی۔" نمرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "آپ بس رب کو شکریہ کہہ دیجیے گا.....خدا حافظ۔"

نمرہ کے جاتے ہی فرشتے نے ایک بار پھر باکس کو مسکراتے ہوئے دیکھا اور بولا "بے شک رب تمام علم رکھنے والا کارساز ہے۔ بیشک موت برحق ہے۔"

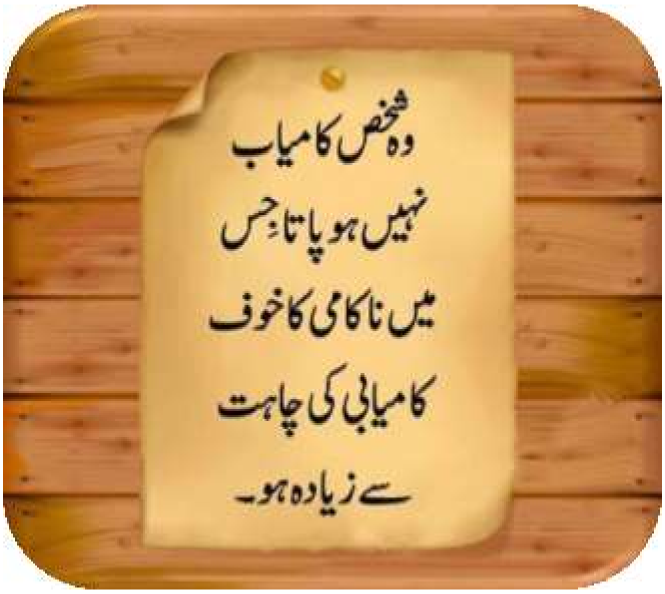

اہلِ قلم

عصمت چغتائی اردو ادب کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ناول، افسانہ اور خاکہ نگاری کے میدان میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔سب سے اہم یہ کہ انہوں نے اردو میں ایک بے باک تانیثی رویے اور رجحان کا آغاز کیا اور اسے فروغ بھی دیا۔وہ ایک ایسی دلیر اور جگر والی خاتون تھیں کہ ادبی دنیا میں ان کی مثال ملنی مشکل ہے

عصمت 21 اگست 1915ء کو اتر پردیش کے شہر بدایوں میں پیدا ہوئیں۔ان کے والد مرزا نسیم بیگ چغتائی ڈپٹی کلکٹر تھے۔عصمت چغتائی نے بدایوں ، بھوپال، آگرہ، لکھنؤ، بریلی، جودھ پور، علی گڑھ اور بمبئی میں زندگی گزاری، انہوں نے علی گڑھ گرلز کالج سے گریجویشن کرنے کے بعد بیچلر آف ٹیچنگ کیا۔دوران تعلیم عصمت ترقی پسند تحریک سے منسلک ہوچکی تھیں۔1936ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین کی ہی میٹنگ میں ان کا تعارف رشید جہاں سے ہوا جنہوں نے مستقبل میں عصمت کو خواتین کے حقیقی کرداروں کو کہانی میں ڈھالنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے سامنے اجاگر کرنے کی ترغیب دی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد پہلے تدریس کا شعبہ اختیار کیا اور بدایوں کی ایک گرلز کالج میں ملازمت اختیار کی۔پھر مکمل طور پر ادب اور فلم سے وابستہ ہو گئیں۔

چھ بھائیوں اور چار بہنوں میں عصمت کا دسواں نمبر تھا۔ان کے ایک بھائی عظیم بیگ چغتائی بھی مشہور ادیب تھے۔بچپن ہی سے عصمت کے مشاغل لڑکوں جیسے تھے، پتنگ بازی اور بنٹے کھیلنا وغیرہ۔ان کی سوچ باغیانہ تھی۔1942 میں عصمت کی فلم ساز شاہد لطیف سے شادی ہوئی، جس سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

عصمت چغتائی ادب کی ترقی پسند تحریک میں شامل تھیں۔ان کا کہنا تھا ایسا ادب جو انسان کی بھلائی چاہے، جو انسان کو پیچھے نہ دھکیلے۔جو انسان کو صحت، علم اور کلچر حاصل کرنے میں مدد دے اور جو ہر انسان کو برابر کا حق دینے پر یقین رکھتا ہو۔انسان کی بھلائی چاہے۔اندھیرے میں جانے کی بجائے اجالے کی طرف آئے۔قصہ، کہانی، نظم، غزل جن سے انسان کی فلاح و بہبود مقصود ہو وہی ترقی پسند ادب ہے۔

عصمت چغتائی کا پہلا افسانہ "گیندا" تھا۔چوتھی کا جوڑا"عصمت چغتائی کا نمائندہ افسانہ ہے۔ان کے ناولوں میں ضدی، ٹیڑھی لکیر، معصومہ، سودائی، عجیب آدمی، جنگلی کبوتر، ایک قطرۂ خوں شامل ہیں، "کاغذی ہے پیرہن" کے نام سے آپ بیتی بھی لکھی۔ ان کے افسانوی مجموعوں میں کلیاں، ایک بات، چوٹیں، دو ہاتھ، چھوئی موئی، بدن کی خوشبو اور آدھی عورت آدھا خواب شامل ہیں۔

انہوں نے کئی معروف ادبی شخصیات کے خاکے بھی لکھے، جن میں اسرار الحق مجاز، سعادت حسن منٹو، خواجہ احمد عباس، کرشن چندر، سجاد ظہیر، پطرس بخاری، میراجی، جاں نثار اختر شامل ھیں۔اپنے بھائی عظیم بیگ چغتائی کا خاکہ "دوزخی" کے نام سے لکھا

جسے منٹو نے بہت سراہا اور کہا کہ ”اگر تم ایسا ہی خاکہ مجھ پر لکھنے کا وعدہ کرو تو میں آج ہی مرنے کو تیار ہوں۔“

عصمت چغتائی کا افسانہ ”لحاف“ جو خواتین میں ہم جنس پرستی کے بارے میں تھا، یہ افسانہ سخت تنقید کا نشانہ بنا لیکن انہوں نے کبھی یہ کہانی لکھنے پر افسوس کا اظہار نہ کیا ان کے بقول یہ نوابی سماج کی ایک عام بات تھی۔ اپنی آپ بیتی میں لکھتی ہیں کہ لحاف سے پہلے اور لحاف کے بعد میں نے جو کچھ لکھا اس پر کسی نے غور نہیں کیا۔ لحاف کا لیبل اب بھی میری ہستی سے چپکا ہوا ہے۔

لحاف میری چڑ بن گیا۔ میں کچھ بھی لکھوں لحاف کی تہوں میں دب جاتا ہے۔ لحاف نے مجھے بڑے جوتے کھلوائے۔

”لحاف“ پر ڈائریکٹر راحت کاظمی نے فلم بنائی، لحاف پہ ہی بالی ووڈ فلم ”ڈیڑھ عشقیہ“ بھی بن چکی ہے جس میں نصیر الدین شاہ اور مادھوری کے ساتھ ارشد وارثی بھی تھے۔

عصمت چغتائی نے 1948 سے لے کر 1978 تک تقریباً 14 فلموں کے لیے مکالمے اور مکمل کہانیاں اور اسکرپٹ وغیرہ لکھے۔ ان کے ناول ”ضدی“ جو کہ 1948 میں لکھا گیا۔ اس پہ ان کے خاوند شاہد لطیف نے فلم بنائی، جس میں دیو آنند نے کام کیا تھا، جب کہ فلم ”آرزو“ کے ڈائیلاگ، اسکرین پلے اور کہانی بھی عصمت چغتائی نے لکھی تھی، اسی طرح 1958 میں آنے والی فلم ”سونے کی چڑیا“ کی کہانی بھی عصمت کی تھی، ایک فلم 1974ء میں آئی تھی، جس کا نام تھا ”گرم ہوا“ جو عصمت چغتائی کے ایک افسانہ پر ہی فلمائی گئی تھی۔ فلم جنون اور فلم محفل کے بھی ڈائیلاگ تحریر کئے۔ جنون میں خود بھی اداکاری کی۔

24 اکتوبر 1991 کو بمبئی میں عصمت چغتائی کا انتقال ہوا۔ ان کی وصیت کے مطابق ان کے جسد خاکی کو نذر آتش کیا گیا۔ یہ ان کا آخری حرف بغاوت تھا!

فضائلِ حج

حج، اسلام کے اُن پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے جن پر اسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔ اِس کی فضیلت و اہمیت کے حوالے سے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ اوّل البشر حضرت آدمؑ یا حضرت ابراہیمؑ سے لے کر رسول اکرم ﷺ تک تمام یا اکثر انبیائے کرامؑ نے حج ادا فرمایا ہے۔ (روح المعانی)

اُمت محمدی ﷺ پر حج کی فرضیت کا حکم کس وقت نازل ہوا؟ اس کے بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ حج کی فرضیت کا حکم سن پانچ ہجری میں نازل ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سن چھے ہجری میں نازل ہوا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سنہ سات ہجری میں نازل ہوا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ سن آٹھ ہجری میں نازل ہوا۔ پانچواں قول یہ ہے کہ سن نو ہجری میں نازل ہوا۔ تاہم اکثر و بیشتر حضرات اہل علم نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور فرمایا ہے کہ حج کی فرضیت کا حکم سن چھے ہجری میں نازل ہوا۔ (روح المعانی)

قرآن و حدیث میں جہاں حج ادا کرنے کی بہت زیادہ تاکید، اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی گئی ہے تو وہیں اُس کے ترک کرنے پر سخت سزائیں اور وعیدیں بھی ذکر فرمائی گئی ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مفہوم: ”اور لوگوں میں سے جو لوگ اس (بیت اللہ) تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔ اور اگر کوئی انکار کرے تو اللہ دُنیا جہان کے تمام لوگوں سے بے پرواہ ہے۔“ (سورۂ آل عمران)

قرآنِ مجید میں حضرت ابراہیمؑ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مفہوم: ”اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، کہ وہ تمہارے پاس پیدل آئیں، اور دُور دراز کے راستوں سے سفر کرنے والی اُن اُونٹنیوں پر سوار ہو کر آئیں جو (لمبے سفر سے) دُبلی ہو گئی ہوں۔“ (سورۃ الحج)

چناں چہ یہی ہوا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم خداوندی سے اعلان فرمایا تو دیکھتے ہی دیکھتے زمین کے دُور دراز علاقوں سے حج و عمرہ کی ادائی کے لیے فرزندانِ اسلام قطار اندر قطار، جوق در جوق تلبیہ پڑھتے ہوئے آ پہنچے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

"جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے عرض کی کہ:"اے میرے رب! میں (بیت اللہ کی تعمیر سے) فارغ ہو چکا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"آپ لوگوں میں حج کا اعلان فرما دیجیے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا:

"اے میرے رب! کیا میری آواز تمام (تمام لوگوں تک) پہنچ جائے گی۔؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"آپ اعلان فرمایئے! آواز کا پہنچانا ہمارا کام ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا:

"اے میرے رب! میں کیسے اعلان کروں؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"آپ یہ کہیں کہ:"اے لوگو! تم پر بیت عتیق (یعنی بیت اللہ) کا حج فرض کیا گیا ہے۔"

(جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا تو) آپؑ کی آواز کو زمین و آسمان کے درمیان والوں سب نے سن لیا۔ دیکھتے نہیں کہ لوگ (آج بھی) زمین کے دُور دراز علاقوں سے حج و عمرہ کا تلبیہ پڑھتے ہوئے (کس طرح) جوق در جوق (دیوانہ وار) چلے آتے ہیں؟ (یہ اسی اعلان کا اثر ہے۔) (مستدرک حاکم)

اسی طرح حدیث شریف میں بھی حج کرنے کے بے شمار فضائل وارد ہوئے ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اسلام کی بنیاد چار باتوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی الہٰ نہیں اور یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے (آخری) رسول ہیں۔ نماز کو قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ (بیت اللہ شریف کا) حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔" (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"اے محمد ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے؟

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مفہوم:"اسلام یہ ہے کہ آپ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی الہٰ نہیں اور یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے (آخری) رسول ہیں۔ آپ نماز قائم کریں۔ زکوٰۃ ادا کریں۔ رمضان المبارک

★

کے روزے رکھیں۔ اگر بیت اللہ شرف کی طرف راستہ چلنے کی استطاعت رکھتے ہیں تو اُس کا حج کریں۔"

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ:

"آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔" (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا

مفہوم: "اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے، لہٰذا حج ادا کرو!۔" (صحیح مسلم)

حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مفہوم: "نماز قائم کرو! زکوٰۃ ادا کرو! بیت اللہ کا حج کرو! اور اُس کا عمرہ کرو! اور (اپنے ایمان و اعمالِ صالحہ پر) استقامت (یعنی دوام اور ہمیشگی) اختیار کرو! (اس کے نتیجے میں تمہیں مخلوق کے ساتھ معاملات میں) استقامت (یعنی دوام اور ہمیشگی) عطاء کی جائے گی۔" (معجم طبرانی)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے:

(مفہوم) ہمیں (یعنی شہر کے لوگوں کو) رسول اللہ ﷺ سے (غیر ضروری) چیزوں کے بارے میں سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا، اس لیے ہم چاہتے تھے کہ کوئی دیہاتی عقل مند شخص آئے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کرے اور ہم (اس کا جواب) سنیں۔ چناں چہ ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا: "اے محمد ﷺ! ہمارے پاس آپ ﷺ کا قاصد آیا اور اُس نے ہمیں یہ بات بتائی کہ "آپ ﷺ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو (اپنا) رسول بنا کر (اِس دُنیا میں) بھیجا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"اُس نے سچ کہا۔" (اس کے علاوہ بھی اُس دیہاتی شخص نے آپ ﷺ سے بیسیوں سوال و جواب کیے منجملہ اُن میں سے ایک یہ بھی تھا) "آپ ﷺ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہم میں سے ہر اُس شخص پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس کی طرف راستہ چلنے قدرت و استطاعت رکھتا ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اُس نے سچ کہا۔" (صحیح مسلم)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مفہوم: "جس شخص نے (خاص) اللہ تعالیٰ کے لیے حج کیا، اس میں نہ کوئی فحش گوئی کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ شخص اُس دن کی مانند (اپنے گھر کی طرف واپس) لوٹتا ہے، جس دن کہ اُس کی ماں نے اُس کو جنا تھا۔" (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

★

مفہوم: ”حج اور عمرے کو ملا کر کرو! کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اِس طرح دُور کرتے ہیں جیسا کہ بھٹی سونے، چاندی اور لوہے کے میل کو دُور کرتی ہے۔ اور حج مبرور (یعنی حج مقبول) کی جزا (اور اُس کا بدلہ) جنت کے علاوہ (اور) کچھ بھی نہیں ہے۔“

(ترمذی، نسائی)

رسولِ مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مفہوم: ”جو شخص حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اُس کو چاہیے کہ وہ جلدی کرے۔“ (ابو داؤد، دارمی)

ایک حدیث میں حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد مروی ہے:

”حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ دُعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ اگر وہ استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کر دے اور اُن کو بخش دے۔“

(الترغیب والترہیب، نسائی، ابن ماجہ)

حج چوں کہ اسلام کا انتہائی اہم اور بنیادی رکن ہے اس لیے جہاں اس کی ادائی کی اہمیت وفضیلت ثابت ہے تو وہیں اُس کے ترک کرنے اور ادا نہ کے پر سخت وعیدیں بھی احادیث وروایات میں وارد ہوئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”جس شخص کے پاس حج کے سفر کا ضروری سامان ہو اور اُس کو سواری (یا سواری کا کرایہ) میسر ہو جو بیت اللہ تک اُس کو پہنچا سکے اور پھر (بھی) وہ حج نہ کرے، تو پھر چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (اُس کے لیے برابر ہے)"

اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

مفہوم: ”اور لوگوں میں سے جو لوگ اس (بیت اللہ) تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اُن پر اللہ کے لیے اِس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔“ (جامع ترمذی)

ایک اور حدیث میں آتا ہے حضرت ابو اُمامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مفہوم: ”جس شخص کے لیے کوئی ظاہری ضرورت حج سے مانع (رکاوٹ ڈالنے والی) نہ ہو، یا کسی ظالم بادشاہ کی طرف سے اُسے کوئی روک ٹوک نہ ہو، یا اُسے کوئی ایسا مرض لاحق نہ ہو کہ جو اُسے حج سے روک سکے اور وہ حج کیے بغیر (اسی حال میں) مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔“ (سنن دارمی، سنن بیہقی)

مشہور تابع حضرت عمرو بن میمونؒ سے بھی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ:

”جو شخص حج ادا کرنے کی قدرت اور طاقت رکھتا ہو (اس کے باوجود وہ) حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔“ (اخبارِ مکہ للفاکہیؒ)

زوجہ سے لڑنے کے فوائد

آج تک آپ نے بیوی سے جھگڑے کے نقصانات پڑھے ہوں گے لیکن آیئے آج ہم آپ کو بیوی سے لڑنے کے فوائد سے متعارف کراتے ہیں:

۱: نیند میں کوئی خلل نہیں آتا

سُن رہے ہو کیا،

لائٹ بند کرو،

پنکھا بند کرو،

کمبل ادھر دو وغیرہ وغیرہ

۲: جب تک بیوی سے جھگڑا رہتا ہے، اس دوران بیوی پیسے نہیں مانگتی

۳: جھگڑے کے دوران بات چیت بند ہوتی ہے جس سے روز روز کی کِچ کِچ کم ہوتی ہے اور شوہر بلاوجہ کشیدگی سے بچا رہتا ہے۔

۴: جو کام آپ خود کر سکتے ہیں وہ اس لیے نہیں کرتے کہ بیوی کر دیتی ہے، لڑائی کے بعد وہ چھوٹے موٹے کام

(خود اٹھ کر پانی پینا، نہانے کے لیے اپنے کپڑے خود نکالنا، اپنے لئے خود چائے بنانا) خود کر کے شوہر کام کرنے کا عادی ہو جاتا ہے

۵: جھگڑے کے دوران کام کے وقت آپ کو بیوی کی فالتو کالز (کیا کر رہے ہو؟ آفس سے کب آؤ گے؟، آج موسم کیسا ہے؟، کھانا کھایا تھا؟ اس قسم کے فقرے) نہیں آتے، جس سے آپ اپنے کام پر بھرپور توجہ مرکوز کر سکتے ہیں۔

۶: سب سے زیادہ شوہروں کو کام کے بعد جلدی گھر آنے کے لئے گھر سے بار بار فون آتے ہیں۔ مگر ایکبار جھگڑا ہو جانے کے بعد آپ کچھ دن تک اس فکر سے دور رہ سکتے ہیں۔

۷: یہ انسان کی نفسیات ہے کہ جو چیز نہیں ہوتی اس کی قیمت کا احساس تب ہی ہوتا ہے، جھگڑے کے دوران بیوی کو آپ کی قدر کا احساس ہوتا ہے۔

۸: آپس میں جھگڑے سے محبت بڑھتی ہے، کیوں کہ اکثر دیکھا گیا ہے ایک بار بارش ہو جائے تو موسم سہانا ہو جاتا ہے

★

تو آیئے عہد کریں کہ آج کے بعد آپ سب شوہر مہینے میں ایک نہ ایک بار اپنی بیوی سے جھگڑا ضرور کریں گے۔(کیوں کہ بیویاں تو ہمیشہ اس کے لیے تیار رہتی ہیں)

تاکہ ایک ماہ میں کچھ دن شوہر حضرات بھی کچھ وقت امن و سکون سے گزار سکیں۔

اور ساتھ میں سب کنواروں کے لیے بھی دعا کریں تاکہ ان کی زندگی میں بھی کوئی ایسی آئے جس سے وہ "جھگڑا" کر سکیں...

شوہروں کے مفاد میں جاری نوٹ:

۱: جھگڑا اپنے رسک پر اور اپنی جسمانی صحت کے مطابق کریں۔

۲: جھگڑے کے ضمنی اثرات کی ذمہ داری مصنف کی نہیں ہو گی۔

۳: زنانہ آلاتِ حرب (بیلن، ڈنڈا، جھاڑو) سے بچنے کا خود بندوبست کریں۔

مجھے تو بس شوہروں کے مفاد میں جاری نوٹ ہی دلچسپ لگا ہے

طبِ نبوی ﷺ

☆ پودینے کے طبی فوائد!

پودینہ بظاہر ایک معمولی سی سبزی نظر آتی ہے لیکن اس میں موجود ریشہ کولیسٹرول لیول کو کم کرتا ہے اور میگنیشیم ہڈیوں کو طاقت دیتا ہے. یہ مزیدار ہونے کے ساتھ ساتھ کئی طرح سے فائدہ مند ہوتا ہے۔ پودینے میں موجود ریشہ کولیسٹرول لیول کو کم کرتا ہے اور ہڈیوں کو طاقت دیتا ہے. یہ مزیدار ہونے کے ساتھ ساتھ کئی طرح سے فائدہ مند ہوتا ہے. آیئے جانتے ہیں پودینے کے فوائد کے بارے میں-

پیٹ سے متعلق بیماریاں: پودینے کی پتیوں کا تازہ رس لیموں اور شہد کے ساتھ اسی طرح مقدار میں لینے سے پیٹ کی تمام بیماریوں میں آرام ملتا ہے. پیٹ سے متعلق کسی بھی قسم کا خرابی کی شکایت ہونے پر ایک چمچ پودینے کے رس کو ایک کپ پانی میں ملا کر پئیں۔

کھانسی زکام: اس کا رس کالی مرچ اور کالے نمک کے ساتھ چائے کی طرح ابال کر پینے سے سردی، کھانسی اور بخار میں راحت ملتی ہے.

ہچکی: پتیاں چبانے یا ان رس نچوڑ کر پینے سے ہچکیاں بند ہو جاتی ہیں.

الٹی: زیادہ گرمی میں جی مچلاے یا قے آئے تو ایک چمچ خشک پودینے کی پتیوں کا پاوڈر اور آدھی چھوٹی الائچی کے پاوڈر کو ایک گلاس پانی میں ابالکر پینے سے فائدہ ہوتا ہے.

سر درد: سر درد میں پتیوں کا لیپ پیشانی پر لگانے سے آرام ملتا ہے.

☆ دھنیے کے طبی فوائد!

دنیا بھر میں عموماًاور برصغیر پاک وہند میں خصوصاً دھنیا کچن کا لازمی حصہ ہے۔ یہ کسی بھی ڈش کے ذائقہ میں صرف اضافہ نہیں کرتا بلکہ انتہائی اشتہا انگیز مہک بھی رکھتا ہے۔ دھنیا کے بارے میں جتنا لوگ سوچتے ہیں، اس کے فوائد ان کی سوچ سے کہیں زیادہ ہیں، یہاں ہم آپ کو دھنیا کے چند اہم ترین فوائد سے روشناس کروائیں گے۔

ذیابیطس: برصغیر کے دو اہم ملک بھارت اور پاکستان دنیا بھر میں ذیابیطس کے مریضوں کا ہیڈ کوارٹر بنتے جارہے ہیں، کیوں کہ یہاں کے لوگ اس مرض سے لڑنے کے نئے طریقوں کی کھوج نہیں کرتے، لیکن ہم آپ کو بتائیں کہ دھنیا اس ضمن میں آپ کی بھرپور مدد کرسکتا ہے۔ برطانوی جرنل آف نیوٹریشن میں شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق دھنیا کے عرق میں ایسے مرکبات پائے جاتے ہیں، جو جب خون میں شامل ہوتے ہیں تو اس سے انسولین میں اضافہ اور شوگر کی سطح کم ہو جاتی ہے۔

کولیسٹرول: اگر آپ اپنے جسم میں کولیسٹرول کی سطح بڑھنے سے پریشان رہتے ہیں تو اس مشکل کا حل قدرت نے آپ کے لئے دھنیے کے پتوں میں رکھ دیا ہے۔ دھنیا آپ کے جسم میں کولیسٹرول کی سطح کو بڑھنے سے روکے رکھتا ہے۔

بلڈ پریشر: اگر آپ ہائی بلڈ پریشر کا شکار ہیں تو دھنیا استعمال کریں، جو آپ کو نفع پہنچا سکتا ہے۔ دھنیا کے پتے کولنیر جک نامی مرکب اور کیلشیم سے بھرپور ہوتے ہیں اور یہ دونوں جزو خون کی گردش کو متناسب بنائے رکھتے ہیں۔

نظام انہضام: اگر آپ بدہضمی کا شکار ہےں تو دھنیا آپ کی مدد کرسکتا ہے۔ مختلف نیوٹرنٹس سے بھرپور دھنیا معدے کو تقویت پہنچا کر نظام انہضام کے کارکردگی کو بہتر بنادیتا ہے۔

سوزش: ایک ڈچ جرنل میں شائع ہونے والی تحقیق کے مطابق دھنیا کے پتے قدرتی طور پر جسم کے کسی بھی حصہ کی انفلیمیشن (سوزش یا جسم کے کسی بھی حصہ کا سرخ ہونا) کو کم کرنے کا ذریعہ ہے۔ دھنیا کے تیل، اومیگا تھری اور سکس کا ایک مکسچر بنا کر متاثرہ جگہ پر ملنے سے آپ کو فوری آرام مل سکتا ہے۔

اینٹی بیکٹریل: دھنیا میں اینٹی بیکٹریل مرکبات بھی شامل ہوتے ہیں، جو کسی بھی طرز کی انفیکشن کے علاج میں نہایت معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔

ان کے علاوہ کینسر کے علاج، قوت مدافعت میں اضافہ اور اچھی نیند لانے میں بھی دھنیا میں شامل اجزاء اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

★

تھائی رائیڈ کا علاج

تھائی رائڈ ایک خاموش بیماری کا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ڈاکٹر بھی اس مرض کی تشخیص نہیں کر پاتے۔ پاکستان میں اینڈوکرانولوجسٹ کی شدید کمی ہے خصوصاً دیہی علاقوں میں اس مرض میں مبتلا افراد کے علاج معالجے کی کوئی سہولت موجود نہیں جبکہ یہ مرض تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے اور جن خاندانوں میں یہ مرض موجود ہو ان خاندانوں کو آپس میں شادیاں نہیں کرنی چاہئیں۔

تھائی رائیڈ کی بیماری کی مردوں میں شرح چار سے پانچ فیصد اور خواتین میں 10 سے 12 فیصد تک ہے تاہم 90 فیصد مریضوں میں تشخیص نہیں ہوتی اس بیماری کی علامات ایسی ہیں جن میں سے کوئی نہ کوئی ہر شخص میں پائی جاتی ہے، اس لیے اس کی شناخت نہیں ہو پاتی۔ ہر گلٹی کینسر نہیں ہوتی اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہوتی تاہم تمام گلٹیاں خطرے سے خالی نہیں ہوتیں اس لیے اس بارے میں ڈاکٹرز کو بڑی توجہ سے مریض کی رہنمائی کرنی چاہیے اس بیماری سے بے شمار پیچیدگیاں ہو سکتی ہیں جس میں خواتین میں بانجھ پن بھی شامل ہے، بغیر ضرورت کے سرجری نہیں کرانی چاہیے اس بیماری کو روکنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے تاہم تھائی رائیڈ کینسر میں بھی زندگی موت کا مسئلہ نہیں ہوتا اس بیماری میں ٹی ایس ایچ ٹیسٹ کے ذریعے تشخیص ممکن ہے۔

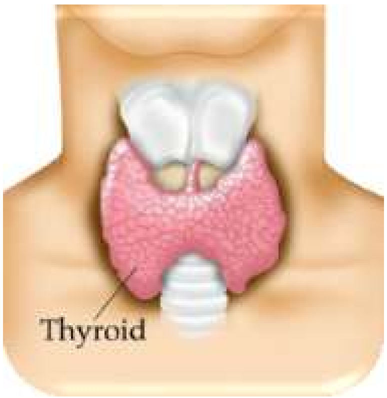

تھائی رائیڈ کا ٹیسٹ پیدائش کے پہلے ہفتے میں ہو جانا چاہیے۔ اس مرض میں ریڈیو ایکٹو ٹریٹمنٹ بھی ممکن ہے۔ تھائی رائیڈ میں اچھی ادویات، سرجری اور دیگر طریقوں سے علاج ممکن ہے تاہم سرجری صرف کینسر کے خطرے کے باعث ہی ہونی چاہیے۔ مریضوں کو ڈاکٹرز کے مشورے کے ساتھ ادویات اور ان کی خوراک لینی چاہیے۔ تھائی ایکسین کیلشیم آئرن اور وٹامنز کے ساتھ نہیں لینی چاہیے تھائی ایکسین کے ایک گھنٹہ بعد تک کھانے پینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

تھائی رائیڈ گلینڈ کی شکل تتلی کی مانند ہوتی ہے۔ گلے میں جہاں ٹائی باندھی جاتی ہے، نرخرے کے نیچے ہوتا ہے۔ ہمارے جسم کو توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس عمل کو تھائی رائیڈ کنٹرول کرتا ہے۔ اس کا خارج کردہ ہارمون جسم کے تمام خلیوں کو توانائی دینے میں مددگار ہے۔ اس کی بہت ساری بیماریاں ہیں لیکن تین مشہور ہیں۔ گلہڑ آیوڈین کی کمی سے گلے کو پھلا دیتا ہے۔ ہائپو تھائی رائیڈ میں ہارمون کم مقدار میں خارج ہوتے ہیں۔ تھکاوٹ، کمزوری، جسم کی سوجن، وزن کا بڑھنا، دل کی دھڑکن، اسکن پرابلم، بھوک کی کمی وغیرہ ہوتی ہے جبکہ ہائپر تھائی رائیڈ میں وزن کم ہوتا ہے۔ غصہ، چڑچڑاپن مزاجی کیفیت بدل جاتی ہے۔ آیوڈین کی کمی کا مسئلہ صرف پاکستان کو ہی نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک کو بھی درپیش ہے۔ آیوڈین والا نمک بھی ڈاکٹر

تجویز کرتے ہیں۔ سمندری مچھلی میں بھی آیوڈین ہوتی ہے۔ یہ ایک بیماری نہیں بلکہ کئی بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔ اس کا لیبارٹری ٹیسٹ ہوتا ہے جو مہنگا بھی ہے مگر پتا چل جاتا ہے اور دوا تجویز کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ گولیاں ہیں پھر ریڈیو ایکٹیو آیوڈین ہے۔ پھر آپریشن ہے۔ بہر حال اس کا برابر معائنہ اور ٹیسٹ کراتے رہنا چاہیے۔ ڈپریشن، ذہنی طور پر معذوری، کمی اسی سے ہوتی ہے۔ آپ ڈاکٹر سے مشورہ کر کے ٹیسٹ کروائیں۔ اس کی زیادتی، کمی دونوں انسانی صحت کیلئے مسئلہ بن جاتی ہیں۔

تھائی رائیڈ ایک ایسی بیماری ہے جس کے بروقت علاج سے اس بیماری سے بچا جاسکتا ہے۔

تھائیرائیڈ کا علاج دوا اور آپریشن دونوں سے کیا جاسکتا ہے۔ لوگوں میں اس بیماری کے بارے میں آگاہی کی اشد ضرورت ہے اور اس بیماری میں ڈاکٹروں کے مشورے پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ تھائی رائیڈ، شوگر، مٹاپا سمیت دیگر بیماریوں کے جنم لینے کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں اور ان کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے لہٰذا ایسی صورت میں فوری ماہر ڈاکٹروں سے رابطہ کرنا چاہیے۔ تھائی رائیڈ کی بیماری ہارمونل ڈیزیز ہے جس کی وجہ سے گلے میں سوجن، چہرہ بگڑ جانا، سر کے بال جھڑ جانا، بانجھ پن سمیت دیگر بیماریاں بھی جنم لیتی ہیں۔ تھائی رائیڈ کے مرض سے آنکھیں موٹی ہو جاتی ہیں، کھلنے کے بعد بند نہیں ہوتی اور نابینا ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ دنیا بھر میں تھائی رائیڈ کی بیماری میں اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے جس میں چھوٹی لڑکیوں میں ابتدائی 10 سال سے قبل جسمانی تبدیلی ہونا، بچوں کا قد نہ بڑھنا سمیت دیگر مسائل شامل ہیں جس کا علاج انتہائی مہنگا ہے لیکن ابتدائی علامات میں طبی ماہرین سے مشورہ کرنے سے خرچہ کم ہوتا ہے۔

نظم

دلوں میں جذبہ طاعت نہیں ہے
صلوٰۃ و صوم کی عادت نہیں ہے

اگرچہ اس میں کچھ محنت نہیں ہے
مگر دل میں اہمیت نہیں ہے

نمازوں کی جسے فرصت نہیں ہے
تو اس سا کوئی بد قسمت نہیں ہے

ہے یہ ترک الصلوٰہ ایسی برائی
کہ لگوائے گی مرقد میں پٹائی

نمازوں سے جو کتراتا ہے بھائی
وہ خود ہی طالبِ رحمت نہیں ہے

نمازوں کی جسے فرصت نہیں ہے
تو اس سا کوئی بد قسمت نہیں ہے

علاج اس کا نہیں ہے فنِ طب میں
گنوائے وقت جو لہو و لعِب میں

سکوں کیا آئے قلبِ مضطرب میں
کہ راضی خالقِ راحت نہیں ہے

نمازوں کی جسے فرصت نہیں ہے
تو اس سا کوئی بد قسمت نہیں ہے

بنا پھرتا ہے جو دنیا میں خود سر
جھکاتا ہی نہیں سر اس کے در پر

بھٹکتا پھرتا ہے جب ہی تو در در
کہ اس پر مہرباں قدرت نہیں ہے

نمازوں کی جسے فرصت نہیں ہے
تو اس سا کوئی بد قسمت نہیں ہے

نسلِ نو ذہنی دباؤ کی زد میں

کچھ سال پہلے خیبر میڈیکل کالج میں مردان سے تعلق رکھنے والے طالب علم تسنیم انجم نے پنکھے سے لٹک کر خودکشی کرلی، خودکشی سے قبل نوٹ لکھ کر اپنی آخری خواہش کا اظہار کچھ اس طرح کیا کہ، ”میرے جسمانی اعضاء عطیہء کر دیئے جائیں“۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہیں، گزشتہ برس اکتوبر میں فیصل آباد کی نجی جامعہ میں زیرِ تعلیم کیمیکل

انجینئرنگ کے طالب علم سیف اللہ جمالی نے بار بار امتحانات میں ناکامی سے دل برداشتہ ہو کر یونیورسٹی کے گیٹ کے سامنے خود کو گولی ماری تھی، بعد ازاں انکشاف ہوا کہ امتحانات میں ناکام ہونے کی وجہ پروفیسر کے ساتھ ذاتی دشمنی تھی، لیکن اس کے باوجود سیف اللہ نے اپنے آخری خط میں والدین اور اساتذہ سے اپنے اقدام کی معافی مانگی اور اپنی موت کی ذمہ داری بھی خود لی، ابھی اس واقعے کی گونج کم نہ ہوئی تھی کہ لاہور کی نجی یونیورسٹی کے شعبہ فائن آرٹس کی ایک طالبہ روشن فروغ نے ذہنی دباؤ کے پیشِ نظر جامعہ کی چوتھی منزل سے کود کر خودکشی کرلی۔ خودکشی سے قبل سوشل میڈیا پیغام کے ذریعے آخری خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ، ”اگر کبھی میں خودکشی کرلوں تو مجھے ہمیشہ ایک خوش و خرم اور ہنس مکھ لڑکی کے طور پر یاد رکھا جائے“۔

خودکشی کرنے والے ان طلباء میں ایک بات جو مشترک تھی، وہ ان کی حساس طبعیت تھی، شاید یہ ان کی طبعیت کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ ”ذہنی دباؤ“ کا شکار ہو گئے تھے۔ ناقابل برداشت اعصابی دباؤ کے باعث یہ سنگین قدم اُٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 15 سے 29 برس کے نوجوانوں میں 9.1 فیصد خودکشی کا رجحان پایا جاتا ہے، یہ نوجوان عمومی طور پر ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں۔ گھریلو ناچاقیاں، بڑھتی ہوئی بے روزگاری، معاشرتی ناہمواریاں، ذہنی انتشار، مایوسیاں، یہ ہمارے معاشرے کے وہ تمام عناصر ہیں، جو نوجوانوں میں ذہنی الجھنوں کا سبب بن رہے ہیں، جبکہ عالمی ادارہ صحت کے مطابق 2030 تک نوجوانوں میں ”ڈپریشن“ سب سے بڑا مرض ہو گا۔ 10 سے 15 فیصد خودکشی کرنے والے نوجوان ذہنی امراض کا شکار ہوتے ہیں۔ پریشان کُن بات یہ ہے کہ تمام بیماریوں میں ذہنی امراض کی شرح 16 فیصد ہے، جب کہ دن بہ دن اس کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور اس میں مبتلا ہونے والے افراد کی بڑی تعداد نوجوانوں کی ہے۔ اگر اس پر قابو نہ پایا گیا تو ممکنہ طور پر نسلِ نو تباہی کے گور کنارے پر ہو گی۔

ماہرینِ ذہنی امراض کے مطابق، ماضی کے مقابلے اب ذہنی صحت کو زیادہ خطرات لاحق ہیں، کیوں کہ اس تیز رفتار دور میں زندگی کی رفتار بھی بہت تیز ہو گئی ہے۔ اب لوگوں کے پاس ایک دوسرے کے لیے وقت نہیں ہے، جو شخص بدلتے دور کے ساتھ خود کو تبدیل نہیں کرتا اس کے لیے زندگی انتہائی مشکل ہو جاتی ہے۔ 20ویں صدی کے ہنرمند افراد 21ویں صدی میں

نہیں چل سکتے، اگر وہ پرانی باتوں کے ساتھ زندگی گزارنے کی کوشش کریں گے تو ان کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔ اب ”ورچوئل دنیا“ کا دور ہے، جس میں رابطے تیز ہیں، منٹوں میں کوئی بھی بات ایک خاندان سے نکل کر پوری دنیا تک پھیل جاتی ہے۔ لہٰذا اب خود کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہو گا۔ ذہنی تناؤ کے بڑھتے ہوئے مسائل کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ اپنے مسائل شرمندگی کے باعث چھپاتے ہیں، دوستوں یا عزیز و اقارب تک سے شیئر نہیں کرتے جب کہ ان کی مشکلات شیئر کرنے سے کم ہو سکتی ہیں۔ اب طلباء ذہنی تناؤ سے بچاؤ کے لیے منشیات کا استعمال بھی کر رہے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ، معاشرے نے منشیات کے عادی افراد کو ”new normal“ کے طور پر تسلیم کیا جا رہا ہے۔ نوجوانوں میں ذہنی بیماریوں کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی جسمانی سرگرمیاں کم ہیں۔ وہ ورزش نہیں کرتے اس لیے سست زندگی گزار رہے ہیں۔ اسمارٹ فون اور کھانے پینے کا استعمال بڑھ گیا ہے جس سے ان کی جسمانی صحت خراب ہو رہی ہے، جس کا اثر ذہنی صحت پر بھی مرتب ہو رہا ہے، لہٰذا انہیں اپنی صحت پر توجہ دینا ہو گی۔

اعصابی تناؤ کی ایک وجہ گھر کا ماحول بھی ہے، جس کی وجہ سے نوجوانوں اور بچوں میں ڈپریشن بڑھ رہا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ، گھریلو ناچاقیاں یا گھریلو جھگڑے زیادہ اذیت ناک ہوتے ہیں تو غلط نہ ہو گا، کیوں کہ ان کے باعث ذہنی تناؤ کے خطرات لاحق ہوتے ہیں، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ، افراد خانہ کو لڑائی کے بعد ایک ہی جگہ رہنا ہوتا ہے اور صلح سے پہلے تک کے دورانیہ میں ایک دوسرے کو نظر انداز کرنا، خاموشی یا اس طرح کا کوئی اور عمل ذہنی دباؤ کا باعث بنتا ہے۔ آج کے دور میں نوجوانوں کو زندگی گزارنے کیلئے ”ایگزیکٹیو اسکلز“ دینے کی ضرورت ہے، مگر موجودہ تعلیمی نظام بالخصوص رٹا لگانے کا رجحان انہیں سہل پسند بنا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ایسے طالب علم عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہو کر کچھ خودکشی کر لیتے ہیں، کچھ غلط راہ پر چل پڑتے ہیں اور کچھ نشہ کرنے لگتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک میں مسائل کا انبار لگا ہوا ہے جس کے باعث ذہنی بیماریوں میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر وقت رہتے صحت پر توجہ دی جائے تو بیماریوں سے بچا سکتا ہے۔

عالمی ادارہ صحت کی ایک رپورٹ کے مطابق، صحت مند وہ ہے جو نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی طور پر بھی تندرست ہو۔ ہمارے ہاں جسمانی صحت کا خیال تو رکھا جاتا ہے مگر ذہنی صحت پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی، کیونکہ انہیں اس بارے میں آگاہی نہیں ہے۔ ذہنی بیماریوں کے علاج کے لئے سائیکاٹرسٹ ہیں مگر نہ صرف ہمارے ملک بلکہ امریکا اور برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں بھی لوگ ان کے پاس جانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ صرف پاگل افراد ہی سائیکاٹرسٹ سے رجوع کرتے ہیں، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

ماہرین ذہنی امراض کا کہنا ہے کہ، تیزی سے تبدیل ہوتی ہوئی دنیا میں نوجوانوں کو بے شمار چیلنجز کا سامنا ہے جن کی وجہ سے ان میں ذہنی دباؤ و دیگر بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ عصر حاضر میں ٹیکنالوجی کا درست استعمال نوجوانوں کے لئے سب سے بڑا چیلنج

ہے۔ انہیں دنیا سے قدم سے قدم ملا کر چلنا ہے تو ٹیکنالوجی کا صحیح استعمال کرنا ہوگا، میڈیکل سائنس کے مطابق، انٹرنیٹ اور سیلفی ایڈیکشن بھی ذہنی بیماریاں ہیں، جن کا علاج ضروری ہے۔ دورِ حاضر میں سوشل میڈیا بھی ذہنی تناؤ کا سبب بن رہا ہے۔

بلاشبہ اس کے باعث نوجوانوں میں سوچنے سمجھنے اور باخبر رہنے کی صلاحیت بڑھ گئی ہے، وہ ہر معاملے پر ردعمل کا اظہار کر رہے ہیں جو مثبت بھی ہے اور منفی بھی، نیز ان میں عدم برداشت کا رجحان بھی بڑھ رہا ہے۔

اگر ہم ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو ضروری ہے نسل نو کی تربیت بہتر انداز سے کی جائے، والدین اور اساتذہ کو ان عوامل پر توجہ دینی چاہیے جن سے نوجوانوں کے رویوں اور سوچ میں تبدیلی لائی جاسکے۔ ایسا ماحول بنائیں کہ وہ مثبت انداز میں سیکھیں اور منفی اثرات سے دور رہیں۔ اکثر والدین بچوں کو گھر سے باہر کھیلنے سے منع کرتے ہیں، کیونکہ انھیں ماحول محفوظ نہیں لگتا اور گھر میں ان کے لیے آسانیاں پیدا کر کے انہیں سہل پسند بنا دیتے ہیں جو بعد ازاں بچوں کے لیے ہی نقصان دہ ہوتا ہے، کیوں کہ جب وہ عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو ان میں وہ صلاحیتیں نہیں ہوتیں کہ مشکلات کا سامنا کر سکیں۔ اگر نوجوانوں کو بھی ضرورت سے زیادہ پابندیوں میں رکھا جائے تو ممکن ہے کہ وہ باغی ہو جائیں لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان پر کسی بھی قسم کی پابندیاں نہ لگائی جائیں، انہیں شعور دیں تاکہ وہ خود اپنا اچھا اور بُرا سوچ سکیں۔ والدین کے ساتھ ساتھ اساتذہ بھی سوچیں کہ وہ بچوں اور نوجوانوں کی تربیت پر خصوصی توجہ کس طرح دیں کہ وہ منفی عناصر کے اثرات سے دور رہیں۔ تعلیمی اداروں میں ”0 پیریڈ“ لازمی قرار دیا جائے جس میں مختلف اہم موضوعات پر خصوصی لیکچرز دیے جائیں۔ میڈیا بالخصوص سوشل میڈیا کا استعمال بڑھ گیا ہے۔ لیکن بچوں اور نوجوانوں کے لیے معیاری اور تخلیقی مواد کا فقدان ہے، اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ذہنی صحت کے حوالے سے بڑے پیمانے پر آگاہی مہم چلانا ضروری ہے تاکہ نوجوانوں میں شعور بیدار کیا جاسکے۔ بچے اور بڑے سب ہی دماغی مسائل کا شکار ہوتے جا رہے ہیں جن کی نوعیت مختلف ہے۔ اسکولوں اور کالجوں میں طالب علموں کی کاؤنسلنگ کے لیے سائیکاٹرسٹ کا تقرر کیا جائے۔ ذہنی بیماریوں کے مریض سماجی تعصب کا شکار ہوتے ہیں کہ، وہ دیگر لوگوں سے مختلف نظر آتے ہیں، وہ کبھی ٹھیک نہیں ہوسکتے یا وہ معاشرے کے کارآمد افراد نہیں بن سکتے۔

ہمیں ان سوچوں کو ختم کر کے اپنے مسائل پر بات کرنی چاہیے تاکہ ان کا بہتر اور موثر حل تلاش کیا جاسکے۔ ہمارا المیہ ہے کہ جب تک کوئی بڑا مسئلہ نہ ہو، توجہ نہیں دی جاتی۔ ہمیں علاج کے بجائے احتیاط کی جانب بڑھنا چاہیے اور کسی بھی ممکنہ چیلنج کے حوالے سے پیشگی اقدامات کرنے چاہئیں۔ والدین، تعلیمی ادارے، معاشرہ اور حکومت اہم ستون ہیں جن کے آپس کے تعاون سے مسائل کا خاتمہ ممکن ہے۔ کمیونٹی سروسز کو تعلیمی اداروں میں لازمی قرار دیا جائے۔ طلباء کو سماجی خدمت کے پراجیکٹس دیے جائیں اور ڈگری کو ان سے مشروط کیا جائے۔ جو طلباء کمیونٹی سروسنگ نہ کریں، انہیں ڈگری جاری نہ کی جائے۔ ایسا کرنے سے ان میں احساس ذمہ داری اور خدمت کا جذبہ جبکہ معاشرے میں سدھار پیدا ہوگا۔ ذہنی صحت کے حوالے سے حکومتی سطح پر جامع پالیسی ترتیب دینی چاہیے اور اس میں ماہرین کی رائے کو شامل کیا جائے۔ ★

احتیاط لازم ہے

جہاں کمپیوٹر موجودہ دور کی اِک اہم ضرورت اور نوجوانوں کیلئے تفریح کا سبب بن چُکا ہے وہیں اِسکے بہت سے نقصانات بھی ہیں جن سے ہم سب بخوبی واقف ہیں۔ اِنہیں نقصانات میں سے ایک کمپیوٹر کے زیادہ استعمال کا صحت پر منفی اثر ہے۔ نظر کا کمزور ہونا اور کمر کا درد سرِعام ہیں اور یہ دونوں بیماریاں بھی ایسی کہ جن سے جان چھڑانا نہایت مشکل ہے۔ مُجھے بھی کُچھ عرصہ یہ کمر کا درد رہا تھا لیکن الحمدُللہ جلد ہی جان چھُٹ گئی لیکن اِک دوست اِس درد میں مبتلا ہے جس کو دیکھتے ہوئے اِس موضوع پر آج لکھنا چاہا۔ اب معاملہ یہ کہ خوب آرام کرو تو درد ختم لیکن تھوڑا سی مشقت یا کوئی کام کر لیا جائے یا کچھ دیر بغیر سہارے کے بیٹھ لیا جائے تو یہ درد آپکا جینا حرام کئے دیتا ہے۔ اِس سلسلے میں نہایت معمولی سی احتیاطی تدابیر کو اپنانے سے ہم اِن سے بچ سکتے ہیں۔

مُجھے کالج کے زمانہ میں آرام دہ کُرسی نہ ہونے کی وجہ سے کمر کا درد شروع ہو گیا تھا جو کالج چھوڑنے کے بعد بھی کچھ عرصہ جاری رہا۔ اکثر تھوڑی سی مشقت والا کام کرنے سے یہ درد نہایت زیادہ ہونے لگتا تھا۔ خیر بالآخر بھرپور آرام اور احتیاط سے مُجھے اس درد سے چھُٹکارا مل گیا۔ لہٰذا اگر آپکے ساتھ بھی کوئی ایسا مسئلہ ہو تو بھرپور آرام اور احتیاط کیجئیے۔

زیادہ دیر لگاتار مت بیٹھئے۔ اگر آپکا کام زیادہ ہو تو کچھ دیر کے بعد وقفہ کر لیا جائے۔ یوں وقفوں میں بیٹھنے سے زیادہ تھکاوٹ نہیں ہو گی۔

کمزور افراد خصوصاً بچے زیادہ دیر لگاتار کمپیوٹر کا استعمال مت کریں۔

سکرین کی روشنی (Brightness) کو کم سے کم رکھا جائے۔

اندھیرے میں ہرگز کمپیوٹر کا استعمال مت کریں بلکہ ہمیشہ کمرے کی لائٹ آن رکھیں۔ نوجوان رات کے اوقات میں اندھیرے میں لیپ ٹاپ کو آن کر کے پوری پوری رات نیٹ گردی کرتے رہتے ہیں جو کہ صحت کیلئے سخت نقصان دہ ہے۔

کمپیوٹر یا لیپ ٹاپ کی سکرین ہمیشہ آپکی آنکھوں کے بالکل سامنے ہونی چاہیئے، نہ اوپر اور نہ ہی نیچے۔

زیادہ ٹائپنگ کرنی ہو تو کی بورڈ (keyboard) بھی بالکل کہنیوں کی سامنے ہونا چاہیئے۔ نہ اوپر اور نہ نیچے۔

اپنے آرام کا خاص خیال رکھیں۔ آرام دہ کُرسی پر بیٹھیں۔ کسی بھی ایسی حالت میں مت بیٹھیں جہاں آپ اپنے آپ کو پُرسکون محسوس نہ کریں۔

★

آخرت کی تیاری

◆ جب موت آئے گی تو یقین جانیں کہ کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

• آپ کے دنیا سے جانے پر کسی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

• اور اس دنیا کے سب کام کاج جاری رہیں گے۔

• آپ کی ذمہ داریاں کوئی اور لے لے گا۔

• آپ کا مال وارثوں کی طرف چلا جائے گا۔

• اور آپ کو اس مال کا حساب دینا ہو گا۔

◆ موت کے وقت سب سے پہلی چیز جو آپ سے چلی جائے گی وہ نام ہو گا۔

• لوگ کہیں گے کہ dead body کہاں ہے؟

• جب وہ جنازہ پڑھنا چاہیں گے تو کہیں گے کہ جنازہ لائیں۔

• جب دفن کرنا شروع کریں گے تو کہیں گے کہ میت کو قریب کر دیں۔

• آپ کا نام ہر گز نہ لیا جائے گا۔

◆ مال، حسب ونسب، منصب اور اولاد کے دھوکے میں نہ آئیں۔

◆ یہ دنیا کس قدر زیادہ حقیر ہے اور جس کی طرف ہم جارہے ہیں وہ کس قدر عظیم ہے،

◆ آپ پر غم کرنے والوں کی تین اقسام ہوں گی:

* جو لوگ آپ کو سرسری طور پر جانتے ہیں وہ کہیں گے ہائے مسکین! اللہ اس پر رحم کرے۔

* آپ کے دوست چند گھڑیاں یا چند دن غم کریں گے پھر وہ اپنی باتوں اور ہنسی مذاق کی طرف لوٹ جائیں گے۔

* آپ کے گھر کے افراد کا غم گہرا ہو گا، وہ کچھ ہفتے، کچھ مہینے یا ایک سال تک غم کریں گے اور اس کے بعد وہ آپ کو یادداشتوں کی ٹوکری میں ڈال دیں گے۔ ★

◈ لوگوں کے درمیان آپ کی کہانی کا اختتام ہو جائے گا اور آپ کی حقیقی کہانی شروع ہو جائے گی اور وہ آخرت ہے۔

• آپ سے زائل ہو جائے گا آپ کا:

* حسن

* مال

* صحت

* اولاد

* آپ اپنے مکانوں اور محلات سے دور ہو جائیں گے،

* شوہر بیوی سے اور بیوی شوہر سے جدا ہو جائے گی،

• آپ کے ساتھ صرف آپ کا عمل باقی رہ جائے گا۔

◈ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی قبر اور آخرت کے لیے ابھی سے کیا تیاری کی ہے؟

◈ یہ وہ حقیقت ہے جو غور و فکر کی محتاج ہے اس لیے آپ اس کی طرف توجہ کریں:

* فرائض،

* نوافل،

* پوشیدہ صدقہ،

* نیک اعمال،

* تہجد کی نماز،

* اور اچھے اخلاق کی طرف،

• شاید کہ نجات ہو جائے!

◈ مرنے والے کو اگر دنیا میں واپس لوٹایا جائے تو وہ صدقہ کرنے کو ترجیح دے گا جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ(المنافقون:1)

اے میرے رب! تونے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا۔

• وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں نماز ادا کرلوں یا میں روزہ رکھ لوں یا میں حج اور عمرہ کرلوں۔

• علماء کہتے ہیں کہ میت صرف صدقے کا ذکر اس لیے کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی موت کے بعد اس کے عظیم اثرات دیکھتی ہے لہذا زیادہ سے زیادہ صدقات و خیرات کریں۔

◆ اور بہترین چیز جس کا آپ ابھی صدقہ کرسکتے ہیں وہ آپ کے وقت میں سے دس سیکنڈ ہیں۔ آپ خیر خواہی اور اخلاص کی نیت کے ساتھ اس تحریر کو دوسروں تک پہنچائیں کیونکہ اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔

◆ اگر آپ اس تحریر کے ذریعے لوگوں کو یاد دہانی کروانے کی کوشش کریں گے تو قیامت کے دن اسے اپنے ترازو میں پائیں گے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ(الذاریات:55)

اور نصیحت کیجیے، کیونکہ یقینا نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔

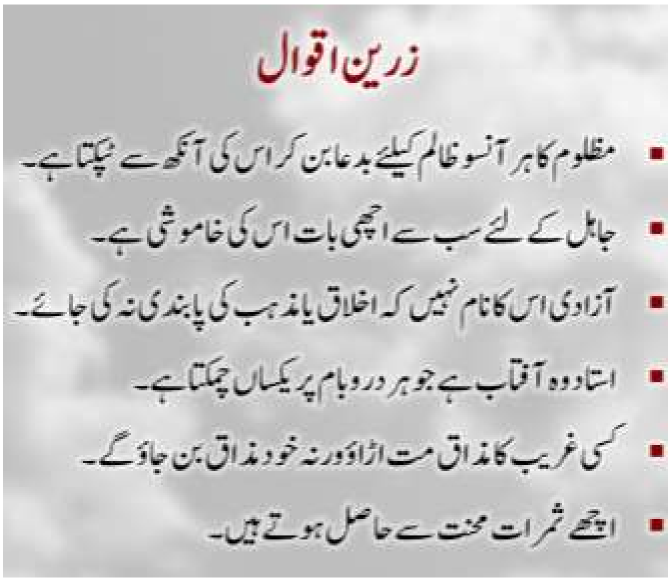

بزمِ ادب

اقبال کیمپس میں ساتویں کلاس کا ایک منظر۔ بزم ادم کا پیریڈ تھا، مس سحر ش نے بچوں سے پوچھا "پیارے بچو! ہم ہر ویک اینڈ پر بزم ادب کی محفل سجاتے ہیں جس میں بچے نظمیں ملی ترانے لطائف اقوال زریں مزاحیہ پیروڈی ہوتی ہے، مزاحیہ خبریں اور خاکے ہوتے ہیں، کوئی بچہ بتا سکتا ہے کہ بزم ادب کا کیا مطلب ہے۔

"مس جی میرا خیال ہے کہ ایسی محفل، جس میں لطیفے وغیرہ ہوں" موسی نے کہا۔

"مس جی میرا خیال ہے ہنسی مذاق والی محفل "عبدل بھٹی نے کہا۔

اِس پر سب بچے ہنسنے لگے۔

"کوئی اور بچہ؟" مس سحر ش نے بچوں کی طرف دیکھا۔

"مس میرا خیال ہے کہ بزم کا مطلب محفل ہوتا ہے اور ادب کا سب کو پتہ ہے یعنی وہ محفل جس میں ادب میں رہتے ہوئے گفتگو تقریر' طنز و مزاح کیا جائے" ابو بکر نے کہا "شاباش، تالیاں" مس سحر ش نے کہا۔

جی بچو! اب آئی بات سمجھ میں اس محفل کا اہم مقصد بچوں میں جھجک دور کرنا ہے، بچے بیٹھے بیٹھے بہت سی باتیں کرتے ہیں مگر جب اُنہیں کلاس روم میں کسی محفل میں میلاد شریف میں کھڑے ہو کر کچھ پڑھنے کیلئے کہا جائے تو اُن سے بولا نہیں جاتا۔ وہ کانپنا شروع ہو جاتے ہیں اِسی مقصد کیلئے یہ محفل سجائی جاتی ہے۔ یہ مستقبل میں آپکے کام آنے والی ہوتی ہے۔ اِس میں لازماً حصہ لیجئے گا۔ اچھا مقرر ہونا کامیابی کی علامت ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ کسی کو شادی ہال میں ٹیبل پر بیٹھ کر کھانے کا شعور نہیں ہوتا حالانکہ پڑھے لکھے بھی ہوتے ہیں مگر فطری جھجک کی وجہ ہے۔

"مس کوئی واقعہ سنائیں جس میں جھجک نہ ہونے کی وجہ سے کسی نے کوئی میرا مطلب ہے۔۔۔" ایم رمضان نے کہا۔

"اچھا اچھا میں آپ کا مطلب سمجھ گئی ہوں۔ ہاں تو سنئے۔ آپ نے مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کا نام تو سنا ہو گا؟ اُن کے دور میں سہسرام کا ایک فرد شیر شاہ سوری تھا۔

بچو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ شیر شاہ سوری کا اصل نام کیا ہے؟" مس سحر ش نے اچانک پوچھا۔

سب بچے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ابو بکر اُٹھا اور کہا؛ "مس اُن کا نام فرید خان تھا"۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا؟" مس نے پوچھا۔

اصل میں میرے پاپا کو کتابیں پڑھنے کا شوق ہے کوئی نام واقعہ اچھی بات ہو تو وہ سب کے ساتھ شیئر کرتے ہیں، اُنہوں نے پورا واقعہ سنایا تھا جو آپ سنانے لگی ہیں۔

★

اچھا پھر تم اِدھر آؤ اور بچو کو سناؤ۔ ابو بکر اُٹھا اعتماد کے ساتھ ٹیبل کے پاس جا کر کھڑا ہوا اور کہا کہ شیر شاہ سوری ایک طاقتور اور بہادر سپاہی تھا۔

ظہیر الدین بابر نے اُسے اپنے محل میں دعوت پر بلایا اور کھانے کے وقت اپنے ساتھ بٹھایا یہ اعزاز ہوتا ہے جو بادشاہ اکثر اپنے بہادر سپاہیوں سپہ سالاروں کو دیتے ہیں۔ شیر شاہ ثوری نے کھانے کے دوران دیکھا کہ اُس کا پسندیدہ کھانا ڈش ظہیر الدین بابر کے سامنے رکھا ہے۔

ہرن کی ران تھی۔ اُس نے کسی سے نہیں مانگی وہ خود اُٹھا اور بادشاہ کے سامنے سے وہ ڈش اٹھائی اور اپنے سامنے رکھا خنجر نکالا اور اس سے بوٹیاں کر کے مزے سے کھانے لگا۔

ویری نائس! بچو کلیپنگ ہو جائے اور ابو بکر کیلئے اِسکے بعد بابر نے اپنے بیٹے سے کچھ کہا تھا وہ میں بتا دیتی ہوں۔

بابر نے کہا؛" بیٹا اِس شخص سے محتاط رہنا جو بادشاہ کے سامنے دستر خوان سے اپنی مرضی کا کھانا اُٹھا سکتا ہے وہ یقیناً بے باک اور بہادر ہو گا ورنہ بادشاہ کے ساتھ کھانے والے اکثر نگاہ تک نہیں اُٹھاتے کجا کہ کھانا اُٹھایا اور خنجر نکال کر کھانا تو بغاوت ہوتی ہے بعد میں بات سچ ثابت ہوئی شیر شاہ نے ہمایوں کو شکست دی۔

اِسی جھجھک شرم کو دور کرنے کیلئے یہ محفل سجائی جاتی ہے۔

سب سے پہلے تلاوت قرآن پاک حافظ گوہر 'نعت شریف کیلئے مبشر بھائی اور اِس کے بعد.......

یوں یکے بعد دیگرے بہت سے بچوں نے حصہ لیا۔ ہر چہرہ خوش تھا، بچوں میں جوش و خروش تھا مگر وقت کی قلت کے پیش نظر کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ بچوں نے حصہ لیا۔

مس سحر ش نے کہا؛" انشاء اللہ تعالیٰ اگلے ویک اینڈ پر باقی بچوں سے بھی بہت کچھ سنیں گے۔ بہت سے بچے اٹھے اور کہا؛ مس جی میرا نام لکھیں مس جی میرا نام تلاوت 'نعت شریف' نظم 'آپ فکر نہ کریں آج کچھ وقت بزم ادب کی اہمیت پر صرف ہوا وہ آئندہ نہیں ہو گا اِس سے اور بچوں کو بھی موقعہ ملے گا۔

غزل

قربتوں میں بھی جدائی کے زمانے مانگے

قربتوں میں بھی جدائی کے زمانے مانگے
دل وہ بے مہر کہ رونے کے بہانے مانگے

ہم نہ ہوتے تو کسی اور کے چرچے ہوتے
خلقت شہر تو کہنے کو فسانے مانگے

یہی دل تھا کہ ترستا تھا مراسم کے لیے
اب یہی ترک تعلق کے بہانے مانگے

اپنا یہ حال کہ جی ہار چکے لٹ بھی چکے
اور محبت وہی انداز پرانے مانگے

زندگی ہم ترے داغوں سے رہے شرمندہ
اور تو ہے کہ سدا آئینہ خانے مانگے

دل کسی حال پہ قانع ہی نہیں جان فرازؔ
مل گئے تم بھی تو کیا اور نہ جانے مانگے

احمد فراز

PHRASAL VERBS - FALL
FALL
OFF
A button fell off my coat.
FOR
I can't believe how many people still fall for the coin glued to the sidewalk
BEHIND
You are falling behind the rent.
IN
The heavy rain caused the roof to fall in.
APART
My old briefcase is falling apart. I'll have to buy a new one
INTO
He fell into conversation with a girl at a bar.
AWAY
After the divorce all his friend fell away one by one
DOWN
That is where your reasoning falls down.

Phrasal verbs - TAKE
OFF
a taking off from a starting point, as in beginning a race
FOR
to believe something usually wrongly about someone or something
OVER
to begin to do something that someone else was doing
UP
to start doing something regularly as a habit, job, or interest
TAKE
OUT
to remove something from a pocket, bag etc
DOWN
to separate a large structure into pieces
AWAY
something taken back or away
BACK
to take something that you have bought back to the shops because it is broken or not suitable

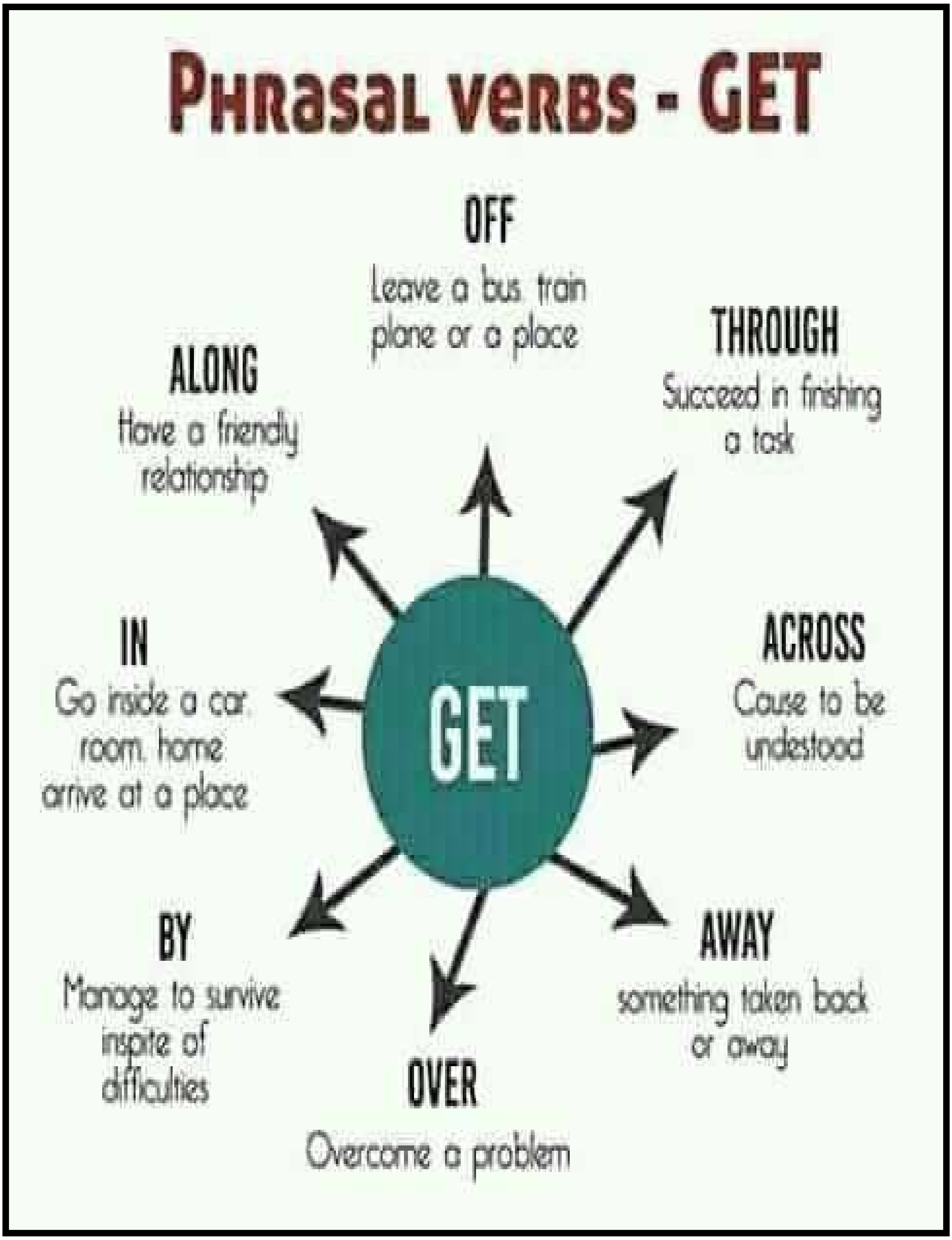
Phrasal verbs - GET
OFF
Leave a bus train plane or a place
THROUGH
Succeed in finshing a task
ALONG
Have a friendly relationship
IN
Go inside a car, room, home arrive at a place
GET
ACROSS
Cause to be undestood
BY
Manage to survive inspite of difficulties
AWAY
something taken back or away
OVER
Overcome a problem

Phrasal verbs - THROW
OFF
He has never been able to throw off that young boy image.
HIMSELF INTO
He loves his new job and has thrown himself into it with great enthusiasm.
ON
He threw on a T-shirt and raced and outside.
IN
She just threw in some comment about how terrible a manager Nick was.
THROW
OUT
This programme keeps throwing out error.
UP
This system has thrown up a few problems.
AWAY
The team threw away its chance in semi finals.
DOWN
The soldier threw down their weapons and surrendered.

★

بڑوں کے غصے کے محرکات

بچوں کا خراب رویہ جھنجھلاہٹ کا شکار کر دینے والے واقعات جیسے کہیں پھنس جانا، دفتری تناؤ، مالی یا خاندانی تنازعات، حسد یا سازشیں اور اس کے ساتھ بیماری اور تھکن۔

بچوں کے غصے کے محرکات:

بچوں میں غصے کے محرکات بھی عمومی طور پر بڑوں سے ملتے جلتے ہوتے ہیں تاہم ان میں غصے کے بعض دیگر وجوہات بھی ہو سکتے ہیں، جیسے دوسرے بچوں سے لڑائی، کسی کام کی اجازت نہ ملنا، ہم عمر بچوں کو نظر انداز کرنا، اسکول یا باہر تشدد کا شکار بننا، غنڈہ گردی کا شکار ہونا، سزا کا ملنا یا ڈانٹ پڑنا اور کبھی کبھی صحت کے مسائل کی وجہ سے بھی ان میں غصہ ہو سکتا ہے۔

غصے پر کیسے کنٹرول کریں؟

غصے کی حالت میں فوری طور پر کسی بھی قسم کا ردعمل عام طور پر نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، خود کو پرسکون کرنے کے لئے مختلف ذہنی، جذباتی یا عملی تدابیر اپنائی جا سکتی ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

ٹائم آوٹ اصول:

شروع میں مشکل ہو گی تاہم اگر کوشش کر کے اصول بنا لیا جائے کہ جیسے ہی غصہ قابو سے باہر ہونے لگے تو کوئی ردعمل دینے سے پہلے آپ پندرہ منٹ کا وقفہ لیں گے، یوں تھوڑی دیر بعد جب اعصاب پرسکون ہو جائیں تو آپ اپنی بات اچھے طریقے سے کر سکیں گے۔

ذہنی سرگرمی:

ذہن کو مصروف رکھنے کے لیے کوئی بھی سرگرمی شروع کی جا سکتی ہے اگر اور کچھ سمجھ نہ آ رہا ہو تو فوری طور پر سو سے الٹی گنتی کرنا شروع کر دیں۔ سو سے الٹی شروع کر کے ایک تک ختم کریں اور اس عمل کو بار بار دہرائیں۔

روحانی سرگرمی:

بالکل آہستگی سے دس یا بیس گہری سانس لیں۔ یہ براہ راست غصے کو پیدا کرنے والے ذہنی کیمیکل "ایڈرینالائن" کو نارمل کر دیں گی۔ روحانی عمل کے لئے دعا پر مبنی الفاظ کو مسلسل دہرانے سے بھی جذبات قابو میں آ جاتے ہیں۔

جسمانی سرگرمی:

ورزش کرنے، چہل قدمی کرنے یا صرف باہر جانے سے بھی غصے کی کیفیت بہتر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ٹھنڈے پانی یا مشروب کے کچھ گلاس پینے سے بھی اعصابی نظام بہتر ہو سکتا ہے۔

★

غصہ کا مثبت استعمال:

غصہ آنا ایک فطری عمل ہے لیکن اگر ہم مسلسل اس کو دبانے یا چھپانے کی کوشش کرتے رہیں گے تو یہ ہمارے لیے کئی طرح کے ذاتی اور سماجی مسائل کا سبب بن سکتا ہے۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد جب آپ یا آپ کا بچہ غصے کی کیفیت سے نکل آئے تو درج ذیل تدابیر کو آزمائیں۔

بات کرنا:

غصے اور اس کی وجوہات سے متعلق بات کریں آپ خود کسی دوسرے فرد سے اس کے متعلق گفتگو کر سکتے ہیں اسی طرح اپنے بچے کو صحیح سوالات کے ذریعے مشکل موضوعات پر بات کی رہنمائی دے سکتے ہیں۔

سکون دینے والی مصروفیات تلاش کریں:

غصے کی حالت میں ذہنی حرکات بہت تیز ہو جاتی ہیں، اسے لکھنے، ڈرائنگ یا مصوری جیسی ذہنی سرگرمیوں کی صورت میں استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ سرگرمی خاص طور پر بچوں کے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

غصے میں لکھی گئی تحریر مستقبل میں آنے والوں کے لیے سبق آموز نتائج فراہم کرتی ہیں اس کے علاوہ غصے کی حالت میں جسمانی سرگرمی سے منفی توانائی مثبت صورت اختیار کر لیتی ہے اس کے لئے آپ ورزش کو اپنی عادت بنائیں جسمانی مشقت کے بعد آنے والی پرسکون نیند کے ذریعے اپنے اعصاب اور جذبات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

آخری اور سب سے اہم بات یہ کہ غصے والے بچوں کے والدین کو رول ماڈل کا کردار ادا کرنا چاہیے کیونکہ والدین کی حیثیت سے آپ بچے کی زندگی کو سب سے زیادہ متاثر کرنے والے عناصر ہیں جب آپ اپنے غصے پر قابو پانے کی صلاحیتوں پر کام شروع کریں تو نہ صرف یہ کہ بچوں سے اسے شیئر کریں بلکہ انہیں اس کی اہمیت بتائیں Parenting یقیناً ایک تھکا دینے والا کام ہے اور یہی تھکاوٹ غصہ کا ایک بڑا سبب بن جاتی ہے لیکن تھوڑی سی ذہنی اور عملی کوشش سے اس پر قابو پانے کے ساتھ ساتھ اسے اپنے بچوں کی تربیت کا ایک اچھا ذریعہ بھی بنا سکتے ہیں۔

موبائیلیا

آدھے گھنٹے کے اندر اندر یہ خبر پورے ادارے میں پھیل چکی تھی کہ واحد بھائی نے موبائل فون خرید لیا ہے۔ جس جس نے یہ خبر سنی وہ واحد بھائی کو مبارک باد دینے چلا آیا۔ فخر کے مارے واحد بھائی کا سینہ غبارے کی طرح پھولا ہوا تھا۔ وہ کسی سیاسی لیڈر یا دانشور کی طرح ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گردن ہلا ہلا کر مبارک بادیں وصول کر رہے تھے۔

ہر کوئی ان سے مخصوص سوالات کر رہا تھا۔

"کتنے کا موبائل خریدا، کہاں سے خریدا، خریدا یا بس میں سے ملا ہے؟"

واحد بھائی ہر ایک کو تفصیل کے ساتھ اپنی موبائل داستان سنا رہے تھے۔ کسی نے ان کا موبائل نمبر حاصل کر کے پورے ادارے میں پھیلا دیا۔ اب واحد بھائی کا موبائل فون ہر چند سیکنڈ کے بعد ایک مزاحیہ ٹون کے ساتھ بج اٹھتا تھا۔

ہر مس کال کے ساتھ واحد بھائی کام کرتے کرتے زور سے چونک جاتے اور سامنے ہی میز پر رکھے ہوئے موبائل کو خوشی خوشی دیکھنے لگتے،

واحد بھائی کے ساتھ پٹیل صاحب بیٹھتے تھے۔ انھوں نے کہا: "کیا بات ہے واحد بھائی! پہلے ہی دن آپ کا فون اتنا بج رہا ہے۔"

واحد بھائی نے ناک پر سے پھسلتی ہوئی عینک درست کرتے ہوئے کہا: "یہ تو لیا ہی بجانے کے لیے ہے، لیکن پتا نہیں کس کس کے نمبر ہیں۔

جن کے نمبر میرے موبائل میں محفوظ ہیں وہ فون ہی نہیں کر رہے۔"

ان کی بات پر شعبے کے بہت سے لوگ ہنس پڑے۔ واحد بھائی کے موبائل فون پر مسلسل مس کالز آ رہی تھیں۔ ان کے لیے کام کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ ان کے شعبے کے لوگ ہی انھیں مس بیلز دے رہے ہیں۔ جیسے ہی واحد بھائی موبائل فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے، فون بند ہو جاتا۔

وہ جھنجلا کر رہ جاتے۔ چھٹی کے بعد واحد بھائی گھر پہنچے۔ وہاں ان کے کچھ عزیز آئے ہوئے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی واحد بھائی کی ان لوگوں پر نظر پڑی۔ انھوں نے جھٹ اپنی جیب سے موئل فون نکالا اور بٹن دبا کر اسے ہوں غور سے دیکھنے لگے جیسے صدر مملکت نے انھیں کسی خاص مشن کے لیے میسج بھیجا ہو۔

ان کی بیگم نے برآمدے سے ہی چنگھاڑ کر کہا: "ارے کیا ہو گیا؟ ادھر ہی کیوں جام ہو گئے۔

ایسا کون سا اہم فون آ گیا کسی کمبخت کا؟"

واحد بھائی تلملا کر بولے: "فون نہیں آیا ہے، میسج بھیجا ہے تمھارے بھائی نے۔"

بیگم صاحب نے اپنی ٹھوڑی پکڑتے ہوئے کہا: "آئے ہائے، میرے بھائی کے پاس تو یہ کم بخت موبائل ہی نہیں ہے۔ کیا اس نے

تمھیں کیلکولیٹر سے میسج کر دیا؟"

واحد بھائی نے بوکھلا کر مہمانوں کی طرف دیکھا، جو حیرت اسے انھیں دیکھ رہے تھے۔

واحد بھائی وہاں نہیں رکے اور بند موبائل فون کان سے لگا کر تیز تیز آواز میں کچھ بولتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے، جیسے کسی سے بہت ہی اہم بات کر رہے ہوں۔

ایک عورت نے ان کی بیگم سے کہا: "بہن! یہ انھیں کیا ہو گیا ہے؟ انھوں نے تو سلام دعا بھی نہیں کی۔"

بیگم صاحبہ نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا: "انھیں موبائلیا ہو گیا ہے۔ کل سے باؤلے ہو گئے ہیں۔

کم بخت موبائل فون کیا خریدا خود کو گورنر سمجھنے لگے ہیں۔ کل رات کو کھانا کھانا بھول گئے اور رات بھر موبائل میں لگے رہے۔

صبح ناشتے کے وقت موبائل بجا تو گرم گرم چائے کا کپ کان سے لگا لیا۔"

وہاں بیٹھی ہوئی ایک بوڑھی خاتون نے ٹھوڑی پکڑتے ہوئے تشویش ناک لہجے میں کہا: "اے پروین! برا مت مانیو، مجھے تو لگتا ہے کہ اس پر کسی نے تعویذ کرا دیا ہے۔

میری مان تو اسے مکرانی بابا کے پاس لے جا۔ دو منٹ میں جھاڑو سے گندے اثرات اتار دے گا۔"

بیگم صاحبہ نے کہا: "اس جھاڑو سے ان کے گندے اثرات کہاں اتریں گے۔ جھاڑو سے مار کھانے کے تو وہ پہلے ہی عادی ہیں۔"

پھر انھوں نے جلدی سے اپنے منہ پر یوں ہاتھ رکھ لیا، جیسے کوئی غلط بات کہہ دی ہو۔

آدھی رات کو سب گھر والے سو رہے تھے۔ مہمان اپنے کمرے میں تھے، اچانک ایک آواز سن کر بیگم صاحبہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں، انھوں نے خوف زدہ نظروں سے تاریک کمرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔

کچھ نظر نہیں آیا، لیکن وہ عجیب سی آواز مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ اتنے میں بچے بھی جاگ گئے۔ دونوں بڑے بچے تو مارے ڈر کے چادر اوڑھ کر لیٹ گئے، جب کہ چھوٹے بچے نے دریائی گھوڑے کی طرح منھ پھاڑ کر رونا شروع کر دیا۔ بیگم صاحبہ نے جلدی سے اٹھ کر لائٹ جلائی۔ روشنی ہوئی تو انھوں نے دیکھا کہ واحد صاحب اپنے بستر پر نہیں تھے۔ ادھر ان کا کالا کلوٹا، بے ڈھنگا سا بچہ جسے وہ پیار سے چندا کہتی ہیں، روئے جا رہا تھا۔

بیگم صاحبہ نے اس بے وقت کی راگنی پر آگے بڑھ کر اس کے کالے گلاب جامن جیسے گال پر ایک تھپڑ جڑ دیا اور ڈانٹتے ہوئے کہا: "چپ کر جا کم بخت! ورنہ دوں گی ایک اور تھپڑ۔"

تھپڑ کھا کر بچے کا باجا بند ہو گیا اور وہ بستر پر لیٹ کر سکون سے سو گیا، جیسے تھپڑ کے بجائے اس نے نیند کی گولی کھائی ہو۔ اب وہ عجیب سی آواز بند ہو گئی تھی۔ بیگم صاحبہ کمرے سے باہر نکلیں اور باورچی خانے سے بیلن نکال لیا۔

اس وقت مہمانوں کے کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ لوگ بھی باہر نکل آئے۔ چندا کے باجے نے انھیں بھی جگا دیا تھا۔ ایک لڑکے نے پوچھا: "کیا ہوا ابا جی! یہ کیسا شور ہے؟"

★

بیگم صاحبہ نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔"میر اخیال ہے، کوئی کم بخت چور آگیا ہے۔ ابھی میں نے کچھ عجیب سی آوازیں سنی تھیں۔"

بوڑھی خاتون بولیں:"ہائے اللہ! اب کیا ہو گا۔

کہیں وہ میر اپاندان نہ چرالے۔"

دوسری عورت نے تنک کر کہا:"اماں! تمھارے پاندان میں کون سی اشرفیاں بھری ہوئی ہیں۔ دو تین بغیر لگے ہوئے پان اور کتھا، چونا ہی تو پڑا ہو گا۔" اس سے پہلے کہ اماں پٹاخے کی طرح پھٹ پڑتیں۔ وہ سب لوگ اچھل پڑے، کیوں کہ وہی عجیب سی آواز پھر سنائی دینے لگی تھی۔ اماں کے ساتھ ان کا بھی ایک چاند سا بیٹا تھا، جو پہلے والے چاند سے کسی طرح بھی کم نہ تھا۔

وہ کانپتے ہوئے بولا:"باجی! باجی" یہ تو مجھے اڑن طشتری کی آواز لگتی ہے۔ شاید خلائی مخلوق نے حملہ کر دیا ہے۔"

بیگم صاحبہ نے بہت ہی برا منہ بنا کر کہا:"تمھارے ہوتے ہوئے کوئی اور مخلوق یہاں آنے کی جرات کر سکتی ہے بھلا۔ تمھیں دیکھ کر اس کا ہارٹ فیل نہیں ہو جائے گا۔ اب اپنی چونچ بند رکھنا۔"

اس کی بہن نے پوچھا:"باجی! بھائی صاحب کہاں ہیں۔"

بیگم صاحبہ نے جھنجھلا کر کہا:"پتا نہیں وہ کہاں چلے گئے ہیں؟" اس کے بعد بیلن تلوار کی طرح سونت کر اس آواز کی طرف بڑھنے لگیں۔ باقی لوگ ایک لائن بنا کر ان کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ چند قدم آگے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ آواز اسٹور میں سے ابھر رہی ہے۔ اسٹور کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

بیگم صاحبہ نے آستینیں چڑھائیں اور بیلن سر سے بلند کر کے زور سے دروازے پر لات ماری۔

اس کے ساتھ ہی اندر سے ایک گھگیائی ہوئی آواز ابھری۔ بیگم صاحبہ نے نیم تاریکی میں ایک سائے کو دیکھا۔ انھوں نے زور سے گھما کر بیلن اس کی کھوپڑی پر جما دیا، اس بار درد میں ڈوبی ہوئی چیخ سنائی دی اور فوراً ہی واحد بھائی اپنا سر پکڑ کر بھنگڑا اڑاتے ہوئے باہر آئے۔ ان کے ایک ہاتھ میں موبائل فون دبا ہوا تھا اور اسی میں سے وہ عجیب سی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

آناً فاناً وہ لوگ ساری صورت حال بھانپ گئے۔ بیگم صاحبہ چلائیں:"ناس جائے اس کم بخت موبائل کا۔ آدھی رات کو اسٹور میں گھس کر اس کی پیں پیں سن رہے ہو، جیسے اب کبھی صبح تو نصیب ہو گی نہیں۔" مہمان منہ پھاڑے حیرت سے واحد بھائی کو دیکھ رہے تھے، جو شرمندہ ہوئے بغیر اپنی کھوپڑی پر نکلنے والے نئے نویلے گومڑ کو سہلا رہے تھے۔

موبائل خریدنے سے پہلے واحد بھائی اپنے مالک مکان کے گدھے کی مکروہ آواز پر صبح اٹھنے کے عادی تھے۔

اس گدھے میں بھی ایسا قدرتی الارم لگا ہوا تھا کہ ہر صبح عین ساڑھے پانچ بجے اس کا ڈبل ایکو ساؤنڈ اسٹارٹ ہو جاتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ نیم گرم پانی سے غرارے کر کے چلا رہا ہو۔ واحد بھائی بیدار بخت کی طرح بیدار ہو جاتے، لیکن جب سے موبائل خریدا تھا، انھوں نے گدھے کی آواز پر انحصار کرنا چھوڑ دیا تھا، چلا چلا کر گدھے کے گلے میں درد ہو جاتا تھا۔ ★

اب تو گدھے نے بھی ان کے موبائل کے الارم کی آواز پر اٹھنا شروع کر دیا تھا۔ الارم پر واحد بھائی نے کسی شوخ گانے کی دھن لگا رکھی تھی۔ ایک صبح وہ آفس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک پڑوسی نے آکر اطلاع دی کہ محلے کے سب سے ضعیف بزرگ شاہ بابا کا انتقال ہو گیا ہے۔ نہ جانے ان کی اصل عمر کیا تھی۔ کچھ لوگ تو مذاق میں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ شاہ بابا فرعون کے دربار میں دربان ہوا کرتے تھے۔

واحد بھائی نے آفس جانے کا ارادہ ملتوی کیا اور ٹوپی لگا کر شاہ بابا کے گھر جا پہنچے۔ وہاں لوگوں کا بہت رش تھا۔ جب جنازہ اٹھانے کا وقت آیا تو لوگوں کو میت کا دیدار کرایا جانے لگا۔ واحد بھائی بھی بھیڑ کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اتنے میں ان کے موبائل کا الارم بج گیا اور گانے کی آواز گونجنے لگی۔ واحد بھائی بوکھلا کر جیبوں پر ہاتھ مارنے لگے۔

لوگوں نے شور مچا دیا۔ سب انھیں لعن طعن کر رہے تھے۔

"نکالو، انھیں باہر نکالو۔"

"بند کرو یہ گانا۔"

"واحد صاحب! آپ کو میت میں آنے کی تمیز نہیں ہے۔"

"قیامت کے آثار ہیں بھیا! اب بتاؤ بھلا، میت پر گانے بجنے لگے ہیں۔" واحد بھائی گھبراہٹ میں اپنی جیبوں میں موبائل تلاش کر رہے تھے، مگر وہ نہیں مل رہا تھا۔

اتنے میں دو پہلوان نما آدمی آگے بڑھے اور واحد بھائی کو ڈنڈا ڈولی کر کے میت والے گھر سے باہر چبوترے پر رکھ آئے۔

موبائل نے واحد بھائی کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔ اس کے باوجود وہ اسے چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھے۔ اب وہ اپنے بچوں سے بھی اتنا پیار نہیں کرتے تھے جتنا موبائل فون سے کرتے تھے۔ واحد بھائی کی بیگم کو جتنے بھی کوسنے آتے تھے وہ انھیں دے چکیں تھیں، مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

آفس میں بھی لوگ ان کے موبائل کے الارم سے تنگ آچکے تھے، جو ہر پندرہ منٹ کے بعد بجنے لگتا تھا۔

ایک دن آفس والوں نے حیرت ناک منظر دیکھا کہ واحد بھائی اپنی سیٹ پر گم صم بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی حالت پاگلوں جیسی ہو رہی تھی۔ بال کھڑے ہوئے تھے، ایک پیر کا جوتا غائب تھا اور وہ مسلسل چھت کو گھورے جا رہے تھے۔

ان کے ایک ساتھی نے پوچھا: "کیا ہوا واحد صاحب! یہ کیا حالت ہو رہی ہے آپ کی؟" انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

دوسرے ساتھی نے کہا: "طبیعت خراب لگتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ کسی سے ان کا جھگڑا ہو گیا ہے اور خوب پٹ کر آرہے ہیں۔"

ایک دم واحد بھائی کے جسم میں حرکت ہوئی اور وہ خونی لہجے میں بولے: "میں کسی سے پٹ کر نہیں آرہا۔ میں نے اب پٹنا چھوڑ دیا ہے، کیوں کہ اب میں پہلے ہی معافی مانگ لیتا ہوں۔" ★

ایک ساتھی نے ہمدردی کی: "تو پھر کیا ہوا ہے، یہ جنگلیوں جیسا حلیہ کیوں ہو رہا ہے؟"

واحد بھائی کی شکل رونے جیسی ہو گئی اور وہ کسی دکھیاری بڑھیا کی طرح دہائی دیتے ہوئے بولے: "ارے مت پوچھو بھائیو! مجھ پر تو قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔

دل چاہتا ہے، خودکشی کر لوں،"

ان کے ایک بے تکلف دوست نے کہا: ٹھیرو! میں ابھی چلو میں پانی لے کر آتا ہوں۔"

واحد بھائی نے اس کی بات نہیں سنی۔ وہ مسلسل بول رہے تھے: "آج صبح میں آفس آنے کے لیے بس میں سوار ہوا۔ بس میں بہت رش تھا، جب میں بس سے اترا تو معلوم ہوا کہ کسی بدبخت نے میرا پیارا موبائل فون نکال لیا ہے، ہائے، اب میں کیا کروں گا۔ میرا تو سکون برباد ہو گیا ہے۔"

کسی ساتھی نے کہا: "شکر ہے کہ اب ہمارا سکون لوٹ آیا اور آپ کی موبائلیا کی بیماری ختم ہو گئی۔" واحد بھائی چونک کر اسے گھورنے لگے۔ وہ ساتھی خاموشی سے وہاں سے کھسک گیا۔

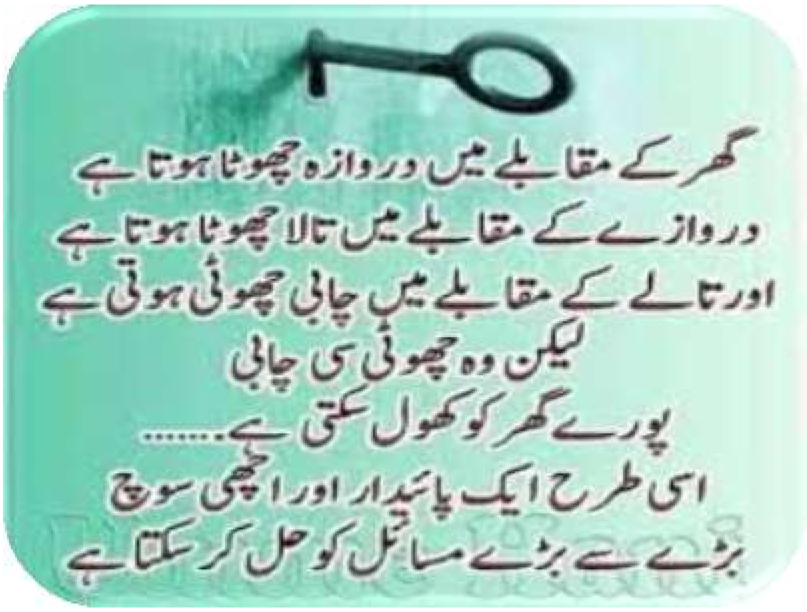

Orange
Oranges are spherical.
Tangerine
Tangerines are a little skewed on both ends.
Way2KnowledgePortal

Shrimp
Shrimp have claws on two of their five pairs of legs.
Prawn
Prawns have claws on three of their five pairs of legs.
Way2KnowledgePortal

Biscuits
Biscuits are crunchy
DIGESTIVE
BISCUITS
Cookies
Cookies are a variety
of biscuits which are soft
/Way2KnowledgePortal

Cupcakes
Cupcakes have icing
Muffins
Muffins don't have icing
/Way2KnowledgePortal

اولاد کے حقوق

”اولاد“ اللہ کی وہ بیش بہا نعمت ہے کہ جس کے بغیر زندگی کا تصوّر ادھورا، خوشیاں نامکمل ہیں۔ اولاد، والدین کی آنکھ کا نور، دل کی دھڑکن، کلیجے کی ٹھنڈک، روح کا سرور، زندگی کا محور، تمنّاؤں، امیدوں کا مرکز، بہاروں کا پیغام، رزق میں برکت کا ذریعہ اور صدقۂ جاریہ ہے۔ ماں کی گود، اولاد کی پہلی تربیت گاہ ہے، تو باپ کا وجود ایک تناور گھنیرا، چھتنار سایا۔ والدین اپنے آنگن کے پھولوں کی بہترین تعلیم و تربیت کی جدوجہد میں گویا اپنا سب کچھ ان پر نچھاور کر دیتے ہیں۔ انہیں زندگی کے گرم و سرد سے بچاتے ہوئے اپنی تمام خوشیاں ان کے قدموں میں ڈھیر کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور پھر اپنی جہدِ مسلسل سے جب وہ ایک نازک پودے کو توانا درخت کی صورت ڈھال لیتے ہیں، تب خود ان کا چہرہ اور ہاتھ جھرّیوں سے بھر چکے ہوتے ہیں، جسم لاغر ہو جاتا ہے، کمر جھکنے لگتی ہے۔ جوانی زندگی کے طویل سفر کی بھول بھلیّوں میں کہیں بہت دور رہ جاتی ہے۔ ایسے میں والدین بڑی امیدوں، آرزوئوں اور حسرت بھری نظروں سے اپنی جوان اولاد کی طرف دیکھتے ہیں کہ اب یہی تو ان کے بڑھاپے کا سہارا ہیں۔ نیک اولاد آگے بڑھ کر والدین کے کمزور اور ناتواں ہاتھوں کو تھام کر جنّت کی حق دار ہو جاتی ہے، جب کہ بدنصیب اولاد، ان کے کانپتے، لرزتے وجود اور نم ناک نگاہوں کو نظر انداز کر کے اپنے لیے دوزخ کے دروازے کھول لیتی ہے۔ بلاشبہ، نیک اولاد، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ والدین، جنہیں اللہ تعالیٰ نے نیک، فرماں بردار اولاد کی نعمت سے نوازا۔

امام الانبیاء، سرکارِ دوعالم، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، سرورِ کونین، رسولِ ثقلین، ساقیِ کوثر، شافعِ محشر، حضرت محمد ﷺ بچّوں سے بہت زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب بچّیوں کو قتل کرنے کا مکروہ اور گھنائونا فعل، دنیا بھر میں جاری تھا۔ آپؐ نے اس کی سختی سے مذمت فرماتے ہوئے اسے ”گناہِ کبیرہ“ قرار دیا۔ ایک دن ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ”یارسول اللہؐ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟“ آپؐ نے فرمایا کہ ”اپنے والدین کے ساتھ۔“ اس نے کہا ”وہ تو فوت ہو چکے ہیں۔“

آپؐ نے فرمایا:

”تو پھر اپنی اولاد کے ساتھ کرو، کیوں کہ جس طرح ماں باپ کے حقوق ہیں، اسی طرح اولاد کے بھی حقوق ہیں۔“

دنیا کے دیگر مذاہب، والدین کے حقوق کی بات تو کرتے ہیں، لیکن اولاد کے حقوق پر کوئی بات نہیں کرتا۔ اسلام ہی وہ عالم گیر مذہب ہے کہ جس نے اولاد کے حقوق کو بڑی صراحت و وضاحت سے بیان کیا ہے اور ان حقوق کی ادائیگی کو والدین، خاندان، قوم اور ملّت کے لیے نہایت اہم قرار دیا ہے۔ ★

نیک اولاد کے حصول کے لیے دعا: والدین کا فرض ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے نیک اولاد کے حصول کے لیے دعائیں کرتے رہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"رحمٰن کے بندے وہ ہیں، جو یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ "اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔" (الفرقان۔74:25)

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں حصولِ اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ سے التجا کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبروں نے بھی اللہ سے دعائیں کیں، جو بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوئیں اور انہیں اولاد کی نعمت سے نوازا گیا۔

اولاد کی جان کا تحفظ:

ہر بچّہ انسانی فطری تقاضوں کے تحت دنیا میں آتا ہے۔ اولاد کے سلسلۂ حیات کو منقطع کرنا یا مصنوعی طریقوں سے اسے روکنے کا کسی کو بھی حق ہے، نہ اجازت۔ زمانۂ قدیم میں دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا کر اولاد کو مار ڈالنا ایک عام سی بات تھی، جب کہ اسلام سے قبل عرب معاشرے میں بچّیوں کو زندہ دفن کر دینا بھی معمول تھا، لیکن شریعتِ اسلامی نے اولاد کو قتل کرنے کے تمام طریقوں کی سختی سے ممانعت کی اور ایسے والدین کو قتل کا مرتکب ٹھہرا کر دنیا میں بدترین سزا اور آخرت میں سخت عذاب کی وعید سنائی۔ قرآن کریم میں سورہ انعام کی آیت 137 میں اللہ نے ایسے لوگوں کو شیطان کا پیروکار قرار دیا، جو اپنی اولاد کو بُتوں کے نام پر بے دردی سے ذبح کر دیتے تھے۔ اسی سورہ مبارکہ میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"بے شک، وہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں، جنھوں نے اپنی اولاد کو محض براہِ حماقت، بلا کسی سند قتل کر ڈالا اور جو رزق انہیں دیا تھا، اللہ پر افترا باندھ کر اسے اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا۔ بے شک، وہ گم راہی میں پڑ گئے اور کبھی ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔"

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی اور یقیناً ان کا قتل، گناہِ کبیرہ ہے۔"

اولاد کی پیدائش پر اظہارِ تشکّر:

کسی بھی خاندان میں بچّے کی پیدائش باعثِ برکت ہوتی ہے۔ اولاد کا ہونا، خاندان کے لیے خوش بختی تصوّر کیا جاتا ہے۔ اولاد جیسی بے کراں نعمت کا دنیا میں آنا، اہلِ خانہ کے لیے نہایت خوشی اور مسرّت کا باعث ہوتا ہے۔ والدین کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے انہیں اولاد جیسی نعمت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اولاد کی برکت سے رزق میں اضافہ اور والدین کو اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے، خاص طور پر ماں کو، جو ایک صبر آزما، مشکل ترین اور تکلیف دہ مرحلے سے گزر کر بچّے کو جنم دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

"یہ مال اور یہ اولاد تو دنیاوی زندگی کی (رونق) آرائش ہیں۔" (سورۃ الکہف۔46:18)

لہٰذا بچّے کی پیدائش پر اس کے والدین کو مبارک باد دیتے ہوئے بچّے کے نیک وصالح ہونے اور اس کی صحت ودرازیٔ عمر کی دعا کرنی چاہیے۔

نومولود کے کان میں اذان دینا:

اولاد کی پیدائش کے بعد اس کا پہلا حق یہ ہے کہ اس کے کان میں اذان دی جائے، تاکہ بچہ اللہ اور اس کے پیارے محبوبؐ کے نام اور شہادتِ توحید ورسالت سے آشنا ہو اور یہ محسوس کر سکے کہ وہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا ہے۔ حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ:

"جس کے گھر میں بچہ پیدا ہو، تو وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے۔ اس طرح وہ بچہ امّ الصبیان بیماری سے محفوظ رہے گا۔" (بیہقی)۔

بچّے کی پیدائش پر تحنیک:

بچّے کے کان میں اذان دینے کے بعد اس کے منہ میں میٹھی چیز ڈالنا تحنیک کہلاتا ہے۔ یہ ہمارے پیارے نبیؐ کی بہت خوب صورت سنّت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب نومولود بچہ لایا جاتا، تو آپؐ اس کے لیے دعائے خیر فرماتے اور اس کی تحنیک کیا کرتے۔ (مسلم)

تحنیک کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھجور چبا کر نومولود کے منہ میں انگلی کے ساتھ تالو پر لگادی جائے، لیکن اگر کھجور موجود نہ ہو، تو کسی بھی میٹھی چیز یعنی شہد، چینی یا جنم گھٹّی سے بھی تحنیک کی جاسکتی ہے۔ حضرت اسماءؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے، تو حضورؐ نے انہیں گود میں لیا، پھر خُرما منگوا کر اسے چبایا، اپنا لعاب دہن بچّے کے مُنہ میں ڈالا اور خُرما تالو میں مَلا پھر خیر وبرکت کی دُعا دی۔ خاندان کے بزرگوں سے تحنیک کرانا مسنون عمل ہے۔

بچّے کا سر منڈوانا اور نام رکھنا:

حضرت یحییٰ بن بکیر حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریمؐ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی پیدائش کے ساتویں دن ان کا سر منڈوانے کا حکم دیا، چناں چہ ان کا سر منڈوادیا گیا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔ لہٰذا بچّے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کے بال منڈوا دینے چاہئیں۔ آج کے جدید دور میں طبّی ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ بچّوں کے سر منڈوانے کا یہ اقدام نومولود بچّوں کی صحت کے لیے نہایت مفید ہے۔ اس سے بچّوں کی نگاہ، سماعت اور سونگھنے کی قوّت میں اضافہ ہوتا ہے، دماغی صلاحیت بہتر ہوتی ہے، جب کہ بچّوں کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ، غریب، غرباء اور حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کا باعث بنتا ہے۔ بچّوں کے نام رکھتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ان

کے معنی اچھے اور مثبت ہوں، نام کے اوصاف کا انسان کی شخصیت پر اثر پڑتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امّت کو تاکید فرمائی کہ "اپنے بچّوں کے اچھے نام رکھو۔"

تعلیم وتربیت:

اولاد کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود، جب کہ باپ کا وجود، درس و تدریس کا پہلا ستون ہے، ان ہی کی ہدایت، رہنمائی، شفقت اور محبت کی چھتری تلے مکمل دینی ماحول کی فضا میں نوخیز نسل کے رجحانات، مزاج اور شخصیت کی تکمیل کے ابتدائی مراحل طے ہوتے ہیں۔ بعد ازاں، ان ہی بنیادوں پر ان کی شخصیت کی عمارت مکمل ہو کر ایک باشعور، باوقار انسان کا وجود عمل میں آتا ہے۔ ماہرینِ نفسیات کے مطابق، بچّے کی زندگی کے ابتدائی سات برس اس کی شخصیت کی تکمیل میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ اس کی شخصی عمارت کی بنیادوں کی تکمیل کا وقت ہوتا ہے، اسی لیے اس دورانیے کو بچّوں کے لیے سب سے اہم وقت قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ:

"تمہاری اولاد جب سات سال کی ہو جائے، تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس سال کی ہو جائے، تو سختی کر کے نماز پڑھاؤ۔"

(مسندِ احمد، ابو دائود، حاکم)

حضرت سعید بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"کسی باپ نے اپنی اولاد کو حسنِ ادب سے بہتر تحفہ نہیں دیا۔" (ترمذی)

یعنی باپ کی طرف سے اولاد کے لیے سب سے عمدہ تحفہ، اچھی تربیت، اعلیٰ اخلاق، شائستگی اور عمدہ سیرت ہے۔ اولاد کا یہ حق ہے کہ اس کے والدین اسے دینی علم اور دنیاوی علم و فن یعنی دونوں طرح کی تعلیم کے مواقع فراہم کریں۔ دینی علم کے ساتھ دنیاوی علم و فن اس کی دنیاوی زندگی کو بہتر طریقے سے گزارنے میں معاون و مددگار ثابت ہو گا۔ بچّے کی بہترین تربیت کے سلسلے میں ایک بات والدین کے ذہن میں ہمیشہ رہنی چاہیے کہ بچّے کو اچھا بنانے کے لیے پہلے خود کو اچھا بنائیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ خود تو بری عادتوں میں مبتلا ہیں، جنہیں بچہ دیکھ اور سن بھی رہا ہے اور آپ یہ توقع کریں کہ میرا بچّہ اچھا انسان بن جائے، لہٰذا ضروری ہے کہ والدین پہلے خود اچھے انسان بنیں۔ عمدہ تعلیم و تربیت سے آراستہ نیک اولاد، دزندگی میں والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور موت کے بعد بخشش کا ذریعہ بنتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم اور عمدہ گھریلو تربیت، نہ صرف انسانی زندگی کو سنوارتی، نکھارتی، والدین اور خاندان کے وقار کو بلند کرتی، بلکہ معاشرے میں نیک نامی کا باعث بھی بنتی ہے۔

اولاد سے شفقت و محبت:

اولاد کا والدین پر یہ حق ہے کہ وہ اس کے ساتھ شفقت و محبت کا رویہ رکھیں۔ بلاشبہ، والدین کے لیے اولاد سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، یہی ان کی امیدوں کا مرکز، ان کی زندگی بھر کی پونجی، ان کے بڑھاپے کا سہارا اور بعد از وفات دعائے مغفرت و استغفار، صدقات، خیرات اور بخششوں کے تحفوں کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ بچپن میں اولاد کو قدم قدم پر والدین کے سہارے اور

رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے میں والدین کا پیار و محبت سے لبریز شفقت بھرا برتاؤ، بچّوں میں مثبت ذہنی سوچ کے پروان چڑھنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بچّوں کے پاس سے گزرتے، تو ان کے سامنے خوشی و مسّرت کا اظہار کرتے اور انہیں سلام کرتے۔(بخاری، مسلم)

آپؐ نے فرمایا کہ:

"وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا حق نہ پہچانے۔"(ترمذی، مسندِ احمد)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت اقرع بن حابسؓ نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حسنؓ کو شفقت سے چوم رہے ہیں۔ حضرت اقرعؓ نے کہا کہ میرے دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی کبھی نہیں چوما۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ جو دوسروں کے ساتھ رحم کا برتاؤ نہیں کرتا، اس کے ساتھ بھی رحم کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔"(بخاری، مسلم)

امّ المومنین، حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

"کچھ لوگ، رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ "کیا آپؐ بچّوں کو چومتے ہیں؟" حضورؐ نے فرمایا کہ "ہاں۔" انہوں نے کہا کہ "خدا کی قسم ہم تو نہیں چومتے۔" اس پر حضورؐ نے فرمایا" اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم نکال لیا ہو، تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"(بخاری، مسلم)

اولاد پر شفقت و محبت اور پیار کے بیش بہا خزینوں کو نچھاور کرنے کے باوجود والدین کی ذمےّ داری ہے کہ بے جا لاڈ پیار اور ہر جائز و ناجائز فرمائش اور بات بے بات پر ضد اور لایعنی خواہشات پوری کرنے سے اجتناب برتیں۔ بہترین تربیتی مراحل میں میانہ روی قائم رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس مرحلے میں والدین کی ذمےّ داری ہے کہ وہ بچّوں اور خصوصاً لڑکوں کی سرگرمیوں اور ان کے دوستوں سے تعلقات پر گہری نظر رکھیں۔

اولاد کے درمیان عدل و انصاف:

والدین کے لیے یہ بات قطعی مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد کے درمیان تفریق کریں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ بیٹیوں کے مقابلے میں بیٹوں کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا جائے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"اے لوگو! اپنی اولاد کے ساتھ انصاف کرو۔"

آپؐ نے اولاد کے درمیان عدم مساوات کو سخت ناپسند کیا اور اس کی حوصلہ شکنی فرمائی۔ ایک اور جگہ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ: ★

"میرے والد نے اپنے مال میں سے کچھ حصّہ میرے نام ہبہ کر دیا، اس پر میری ماں نے کہا کہ مَیں اس پر اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی، جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہبہ پر گواہ نہ بنالیں۔ میرے والد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ "خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔" پس میرے والد لوٹ آئے اور اپنا ہبہ واپس لے لیا۔" (صحیح مسلم)

حقِ وراثت:

شریعت نے ترکے کی وراثت میں تمام اولاد کو حصّے دار بنایا ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں بڑے واضح احکامات فرما کر ہر ایک کا حصّہ مقرر کرتے ہوئے تاکید فرمادی ہے کہ اس پر عمل کرنا تم پر فرض ہے اور اگر اس میں کوتاہی کروگے، تو گناہ کے مرتکب ہوگے۔ دنیا کے اکثر مذاہب نے لڑکی کو باپ کے ترکے سے محروم رکھا ہے، جب کہ بعض اقوام و مذاہب نے صرف بڑے لڑکے ہی کو وَرثہ کا حق دار قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے سب بچّوں کو ترکے کا حق دار بنایا ہے۔ شریعتِ اسلامی نے کسی بھی شخص کو اس بات کی بھی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے مال کے 3/1 حصّے سے زیادہ کی وصیت کرے۔ اسی طرح اللہ کے رسولؐ نے اپنے سارے ترکے کو خدا کی راہ میں دینے کی وصیّت سے بھی منع فرمایا، البتہ اپنے مال کے تیسرے حصّے کی وصیّت کی جاسکتی ہے۔ حضرت عامر بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"ایک روز میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، میرے پاس جو مال ہے، کیا میں اسے (خدا کی راہ میں) وصیّت کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں، (ایسا نہ کرو)۔ میں نے عرض کیا پھر نصف مال کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا، تیسرے حصّے کی وصیّت کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں، تیسرے حصّے کی وصیّت کر سکتے ہو، اگرچہ یہ بھی زیادہ ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ جانا، اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگ دست چھوڑا جائے، اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔" (بخاری)

اولاد کے لیے دعا:

اولاد کا ایک حق یہ بھی ہے کہ والدین ان کے لیے دعا کرتے رہیں۔ والدین کی دعائیں اولاد کے لیے تیر بہ ہدف ہوتی ہیں، جو ان کی درازیٔ عمر، صحت و تن درستی، ترقی و کامرانی، کشادگیٔ رزق اور سلامتی کا باعث بنتی ہیں۔ جو اپنی بیوی، بچّوں کے لیے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں، ان کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ:

"اور (جنّت کے مستحق وہ بھی ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار، ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما۔" (سورۃ الفرقان۔ 74:25)

والدین کی دعائیں، بچّوں کے سَروں پر سایہ فگن رہیں، تو ان کے دین و دنیا سدھارنے اور راہِ راست پر لانے کا باعث بنتی ہیں۔ انہیں ہر طرح کے دنیاوی سرد و گرم سے محفوظ رکھتی ہیں۔ ★

اولاد کے حقوق (چند ہدایات)

☆ بچّے کی ولادت پر شکر کا اظہار کریں اور حسبِ استطاعت صدقہ و خیرات کریں۔☆لڑکا اللہ کی نعمت اور لڑکا اللہ کی رحمت ہے، دونوں میں سے جو بھی ہو، اس پر خوشی کا اظہار کریں۔☆نام رکھتے وقت خیال رکھیں کہ اچھے معنی والا نام ہو۔ بچّے کی شخصیت پر ناموں کا گہرا اثر پڑتا ہے۔☆ بچّے کو دو سال تک ماں کا دودھ پلانا بچّے اور ماں دونوں کے لیے بہتر ہے۔☆اولاد کی کفالت کی تمام تر ذمّے داری باپ کی ہے، لہٰذا پرورش کے کُل اخراجات اور ضروریات کو پورا کرنا باپ کے فرائض میں شامل ہے۔☆والدین کی ذمّے داری ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اولاد کی اعلیٰ پرورش اور بہترین تعلیم و تربیت کے انتظامات کریں۔☆اولاد کو باادب اور فرماں بردار بنانے کے لیے ان کی دینی اور اخلاقی تربیت پر شروع ہی سے خصوصی توجہ دیں۔☆بارہ سال کی عمر میں بچّوں کا بستر الگ کرکے انہیں الگ سلانا شروع کریں۔☆بچّوں کی دینی و دنیاوی تعلیم کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق سخاوت و فیّاضی سے خرچ کریں۔☆بچّوں کے ساتھ پیار و محبت، شفقت و ہم دردی کا معاملہ کریں اور ان کے مسائل کو حل کرنے میں ان کی مدد کریں۔☆لڑکیاں معصوم ہوتی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا:

”جس نے ایک لڑکی کی پرورش کرلی، اس پر جنّت واجب ہوگئی۔“

اس لیے لڑکے کو لڑکی پر ترجیح دینا اسلام میں ناپسندیدہ فعل ہے، ایسے والدین کی روزِ قیامت پکڑ ہوگی۔☆وراثت میں مساویانہ سلوک نہ کرنا یا لڑکیوں کو وراثت سے محروم کرنا یا کسی کو کم کسی کو زیادہ دینا سخت گناہ ہے۔☆اولاد کی غلطیوں، کوتاہیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کی اصلاح کریں، نہ مانیں تو سرزنش کریں اور پھر انہیں معاف بھی کردیں۔☆حد سے زیادہ لاڈ پیار بچّوں کو خود سر، ضدی بنا دیتا ہے، اس لیے ناجائز فرمائشیں پوری کرنے سے گریز کریں۔☆بہتر اور مناسب جگہ بچّوں کی شادیاں کریں، بلاوجہ تاخیر سے گریز کریں۔☆ بچّوں کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہا کریں۔

افکارِ سعدیؒ:

اولاد کی بہتر پرورش اور تربیت کے حوالے سے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

☆اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا نام باقی رہے تو اولاد کو اچھے اخلاق کی تعلیم دو۔☆ بچّے کو استاد کا ادب سکھاؤ اور اسے استاد کی سختی سہنے کی عادت ڈالو۔☆اگر تمہیں بچّے سے محبّت ہے، تو اس سے زیادہ لاڈ پیار نہ کرو۔☆جب بچّے کی عمر دس سال سے زیادہ ہوجائے، تو اسے نامحرموں اور ایروں غیروں میں نہ بیٹھنے دو۔☆ بچّے کی تمام ضرورتیں خود پوری کرو اور اسے ایسے عمدہ طریقے سے رکھو کہ وہ دوسروں کی طرف نہ دیکھے۔☆بچّوں پر کڑی نگاہ رکھو تاکہ وہ بروں کی صحبت میں نہ بیٹھیں۔☆ابتدا میں پڑھاتے وقت بچّے کی تعریف کرو اور اسے شاباش دے کر اس کی حوصلہ افزائی کرو۔ جب وہ اس طرف راغب ہوجائے، تو اسے اچھے اور برے کی تمیز سکھانے کی کوشش کرو اور ضرورت پڑے، تو سختی بھی کرو۔☆ بچّے کو کوئی ہنر بھی سکھاؤ۔ اگر وہ ہنرمند ہوگا، تو برے دنوں میں بھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے بجائے اپنے ہنر سے کام لے سکے گا۔

★

علم دریچے

رشوت

اف آپا ! آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ رشوت کے بغیر تو پولیس والے کام ہی نہیں کرتے۔

ہم ! صحیح کہا۔

اچھا رخشی، میں بتانا بھول گئی۔ تمہارے بھائی کو کمپنی نے انہی کی دوائیاں مریضوں کو دینے پر پر افٹ دیا ہے، ہم سوچ رہے ہیں کہ حج کر لیں۔

معیارِ تعلیم

"رشتے سے انکار کیوں ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"اُن کے پڑھے لکھے بیٹے کے مقابلے میں میری تعلیم کم تھی۔" وہ بولی۔

"تمہاری تعلیم کیا ہے؟ اور انہیں کیسی بہو چاہیے تھی؟"

"انہیں پڑھی لکھی، نیک سیرت بہو چاہیے تھی۔ جبکہ میں نے صرف بارہویں پاس، درس نظامیہ اور قرآن حفظ کیا ہوا ہے۔"

معمولی مگر گہری بات

تفریحی غرض سے نکلا کُنبہ جانبِ منزل رَواں دواں تھا۔ خوابوں کی دنیا میں گُم مُنی بھوک کے ستانے پر نم آنکھوں کے ساتھ بیدار ہوئی تو خالہ جان نے "لیز" تھمائی۔ پیٹ پوجا کے بعد امّی نے کھڑکی سے کاغذ باہر پھینکتے دیکھتے ہی اس کی اصلاح کی۔

تخلیق

"تم نے کبھی اپنا موازنہ کسی سے کیا؟؟

ہاں؛ جب تک سمجھ نہیں تھی کہ؛ ہر انسان ایک دوسرے سے منفرد اور اپنی ذات میں الگ مقام رکھتا ہے، اگر ہم موازنہ کرنا چھوڑ دیں، مان لیں ہم اللہ کی بہترین تخلیق ہیں، تو اسی فیصد لوگ خوش رہنے لگیں"

تذلیلِ زن

"تمہیں پتہ ہے پاکستان اسلیے ترقی نہیں کر رہا۔ کیوں کہ تم جیسے ضمیر فروش انسان اس ملک کی عورتوں کی عزت نہیں کرتے اُنکی عزت کو اپنی عزت نہیں سمجھتے، دیکھنا ہماری آنے والی نسلیں یہی سوچتی رہ جائیں گی کے ہم سے بعد میں آزاد ہونے والے ممالک ہم سے ترقی کی دوڑ میں آگے کیسے چلے گے" نم آنکھوں سے کہا

"یہ اپنی تیرہ مارچ والی تقریر بی بی کہیں اور جا کر کرو"

شکر

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"مومنو! پس اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور دیا جائے گا"

مفہوم: "کانوں میں پڑتی آواز اس پر سوچ کے نئے در واہ کر رہی تھی۔ جس نے ساری زندگی صرف ناشکری کرنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کیا تھا۔

ایکسپائری ڈیٹ

تمہیں پتہ ہے ہماری اپنی ایکسپائری ڈیٹ ہمارے ہاتھ میں ہوتی ہے جس دن ہم یہ سمجھنے لگ جائیں کہ اب ہمیں مزید کچھ بھی سیکھنے کی ضرورت نہیں تو اسی وقت ہم خاندان، دفتر اور سماج میں ایکسپائر ہو جاتے ہیں کیونکہ سیکھنے کا عمل کبھی ختم نہیں ہوتا!

صاف ستھری زندگی

"صاف ستھری زندگی گزارنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان گندگی اور غلاظت سے دور رہے۔ لیکن جب کسی ایسی جگہ زندگی گزارنا ناگزیر ہو جائے جہاں غلاظت ہر سُو پھیلی ہو تو پھر اُس ماحول کو صاف ستھرا کرنا از حد ضروری ہو جاتا ہے۔ چاہے آپ اُس ماحول کو صاف نہ بھی کر پائیں تب بھی آپ کی کوشش آپ کی گندگی سے ناگواری کی مظہر ہوتی ہے۔

نجاست سے منہ پھیر لینے یا ناک پر رومال رکھ لینے سے گندگی دور نہیں ہو جاتی بلکہ آہستہ آہستہ یہ گندگی انسان کے وجود کا حصہ بن جاتی ہے۔ یوں انسان تعفن زدہ ماحول میں زندگی گزارنے کا نا صرف یہ کہ عادی ہو جاتا ہے بلکہ تن آسانی کی خاطر مزید ایسی ہی زندگی گزارنے کے حیلے بہانے تراشنا شروع کر دیتا ہے۔ انسان کا اخلاق جب اس نہج پر پہنچ جائے تو پھر اُسے کسی قسم کی برائی پریشان نہیں کرتی اور پھر اصلاح بہت مشکل ہو جاتی ہے۔"

آسودہ زندگی کا راز

"انسان جب چھوٹا بچہ ہوتا ہے تو اُس کی خوشیاں بھی چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں جنہیں پا کر وہ خوش ہو جاتا ہے یا نہ ملنے پر زیادہ دیر افسردہ رہنے کے بجائے وہ اپنا دھیان کسی اور طرف لگا لیتا ہے اور ایک بار پھر اپنے آپ میں مگن ہو جاتا ہے۔ لیکن عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسان کی خواہشات بھی بڑی ہو جاتی ہیں جنہیں نہ پا کر وہ اکثر ناخوش رہتا ہے۔ افسوس کہ انسان بچوں کی آسودگی سے کچھ نہیں سیکھتا۔"

مقامِ اشرف

"کمزور پر رعب ڈالنا، اُسے خوفزدہ کرنا اور طاقت کا استعمال کر کے اُسے نقصان پہنچانا جانوروں کا خاصہ ہے اور یہی جنگل کا قانون بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحوش و طیور کو انسان کی طرح عقل و شعور عطا نہیں فرمایا اس لیے یہ جانور جو کچھ کرتے ہیں اپنے ماحول اور اپنی جبلت کے حساب سے بالکل ٹھیک کرتے ہیں۔ لیکن جب یہ وحشیوں والا فعل اللہ تعالیٰ کی سب سے بہترین تخلیق کرنا شروع کر دیتی ہے تو وہ اپنے مقامِ اشرف سے گر کر ایک جنگلی جانور کی سطح پر پہنچ جاتی ہے۔ اس سے زیادہ بدقسمتی کی بات بھلا کیا ہو گی کہ انسان مالک کا عطا کردہ مقام ٹھکرا دے۔"

کامیاب کون؟

"انسان اپنی زندگی میں کس درجہ کامیاب تھا اور آخرت میں اُس کا مقام کیا ہو گا اس کا بخوبی اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ دُنیا سے جاتے ہوئے اپنے پیچھے کتنی آنکھیں کتنے لمبے عرصے کے لئے اشکبار چھوڑ گیا۔"

ایک ماں کی آپ بیتی

یہ کہانی ایک ایسی عورت کی ہے جس نے اپنے بچوں کی خاطر ہر طرح کے مسائل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور زندگی کے کسی موڑ پر بھی صبر اور حوصلہ کا دامن نہیں چھوڑا. یہ کہانی ہے ایک ایسی ماں کی محنت اور محبت کی جس نے یہ ثابت کر دیا کہ حالات چاہے جیسے بھی ہوں عورت اس کا مقابلہ کسی مرد کے بغیر بھی کس سکتی ہے. آیئے یہ غم بھری کہانی اس عورت کی زبانی ہی سنیئے:

میرا نام روشن آراء ہے. پتہ نہیں ماں باپ نے یہ نام کیوں رکھا کیونکہ نام سے تو میں روشن آراء ہوں لیکن حقیقت میں روشنی میرے پاس کبھی نہیں آئی. میری قسمت میں جتنے غم آئے کاش وہ کبھی کسی کو نہ ملیں، زندگی کی کوئی رات اور کوئی دن خوشی سے اور ہنستے ہوئے نہیں گزرا مگر اتنا ضرور ہے کہ آنے والی کل کے انتظار میں رات کو سوتے وقت تھوڑا مسکرا لیتی تھی کہ کل کا دن شاید کوئی خوشی کی نوید لائے. میری شادی 20 سال کی عمر میں ہی ہو گئی تھی. شادی کے چند سال تو بہت اچھے گزرے، شوہر بھی اچھے اور ہمیشہ مسکرانے والے تھے. اپنی زندگی میں انہوں نے مجھے کوئی غم نہیں دیا. کماتے بہت زیادہ نہیں تھے پر پھر بھی دن اچھے گزر رہے تھے مگر تیسرے بچے کی پیدائش کے ایک ہفتے بعد ہی مجھے یہ خبر ملی کہ میرے شوہر کی ایک حادثے میں موت ہو گئی ہے اور میں بیوہ ہو گئی ہوں. میری تو دنیا ہی اجڑ گئی تھی. کئی دنوں تک تو مجھے کوئی ہوش ہی نہیں تھا مگر ایک مہینے کے بعد میں کچھ سنبھلی تو میری ساس اور میرے دیور نے کمرے میں آکر کہا دیکھو اب تمہارا شوہر تو چلا گیا ہے اور یہاں کمانے والا بھی اب تمہارا ایک دیور ہی ہے. سسر بھی چل پھر نہیں سکتے اور اب کوئی اور آسرا بھی نہیں جو تمھیں ہم اپنے ساتھ رکھ سکیں لہٰذا بہتر یہ ہو گا کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ اور چاہو تو اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے جاؤ اور اگر دوسری شادی کرنا چاہو اور رکاوٹ ہو تو بچوں کو ہمارے پاس بھیج دینا. مجھے یہ سن کر بہت حیرت ہوئی کہ اب یہ لوگ بھی میرا بوجھ نہیں اُٹھا سکتے تو میں نے ان سے کہا کہ ماں اس گھر میں تو میرے شوہر کی یادیں ہیں اور ویسے بھی میں آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی کیوں کہ میں سلائی کڑھائی تو جانتی ہوں، محنت کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال لوں گی. آپ صرف مجھے اس گھر میں رہنے دیں. رہا شادی کا سوال تو وہ میں اب نہیں کروں گی. یہ بچے ہی میرا سہارا ہیں اور کوئی دوسرا باپ انہیں پیار نہیں دے سکتا مگر انہوں نے میری بات نہ مانی اور مجھے کہا کہ تم تین دن کے اندر فیصلہ کر لو تا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں کیونکہ اب اس مکان کو بیچ کر تمہارا دیور کوئی چھوٹا موٹا کام شروع کرے گا. میں نے جب یہ سنا تو میرا دل غموں سے بھر آیا تب میں نے کہا ٹھیک ہے جب آپ مجھے رکھنا ہی نہیں چاہتے تو میں تین دن رُک کر کیا کروں گی لہٰذا میں نے اگلے دن ہی گھر چھوڑ دیا اور اپنی ماں کے گھر آ گئی. میں ماں کے گھر میں کچھ ہی دنوں رہی تھی کہ بھابیوں نے میرے بھائیوں کے کان بھرنے شروع کر دیئے کہ روشن آراء کے بچے ہمارے بچوں کو مارتے ہیں انہیں کھیلنے نہیں دیتے حالانکہ میں اپنے بچوں کو اپنے کمرے میں ہی بند رکھتی تھی. نہ تو ان کو میرا کوئی بھائی

کھیلنے کے لئے باہر لے جاتا بس یہ بے چارے آپس میں ہی کھیل کر کمرے میں ہی سو جاتے تھے۔ آہستہ آہستہ میں نے اپنا کچھ زیور بیچ کر ایک سلائی مشین لی اور محلے سے سلائی کا کام منگوانا شروع کر دیا۔ اللہ کی رحمت سے میرا کام لوگوں کو پسند آگیا۔ اب میں نے اپنے بچوں کو محلے کے ایک سکول میں داخل کرا دیا اور خود انہیں چھوڑنے بھی جاتی اور لینے بھی۔

پتہ نہیں یہ عورت ہی عورت کی دشمن کیوں ہوتی ہے۔ میری بھابیوں کو میرا اس گھر میں رہنا پسند ہی نہیں تھا اس لئے وہ میری بوڑھی ماں جو ہر وقت میرے غم میں نڈھال رہتی تھی اسے بھڑکاتی رہتی کہ کوئی غریب سا آدمی دیکھ کر اس کی شادی کرواؤ اور اسے رخصت کر دو ورنہ اس کی عمر کیسے کٹے گی اور اس کے بھائی اسے کب تک سنبھالیں گے اور ویسے بھی اب ہمارے بچے بڑے ہو رہے ہیں گھر میں جگہ تنگ پڑ جائے گی اور اگر کوئی اس کے بچوں کو لینے کو تیار نہ ہوں تو ایک ایک کر کے کسی بے اولاد کو دے دیں۔ پل جائیں گے لیکن ان ظالم بھائیوں کو یہ خیال نا آیا کہ ان بچوں کی خاطر میں نے اپنا سسرال چھوڑا تھا اور شادی نا کرنے کا ارادہ کر لیا تو کیا میں ان بچوں کے بغیر رہ سکتی ہوں۔ کیا کوئی بھی ماں اپنے بچوں کے بغیر جی سکتی ہے؟ شاید ایسا تو کوئی جانور بھی نہ کر سکے۔ اس رات میں سو نہ سکی اور اگلے دن اپنی کچھ چیزیں اور ایک چوڑی جو میرے شوہر کی آخری نشانی تھی بیچ کر میں نے گلی میں ہی ایک دو کمروں کا مکان کرائے پر لیا اور وہاں اپنے بچوں کے ساتھ رہنے لگی۔

اب خرچے بھی بڑھ گئے تھے اس لئے مجھے سلائی کا کام بھی بڑھانا تھا۔ اس سب میں میری ایک دوست نے میری بہت مدد کی اور اپنی ماں سے کہہ کر اس نے مجھے ایک بوتیک کی مالکن سے ملوایا۔ اسے میرا کام پسند آگیا اور وہ مجھے ہر مہینے اتنا کام دینے لگی کہ میں اپنا گزارا کرنے لگی اس کے باوجود میرے بچوں کو بہت محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دوران میرے بھائیوں نے میری خبر تو کیا لینی تھی کہ وہ میری ماں سے بھی تنگ آگئے تھے اس لئے میں اپنی بیمار ماں کو بھی اس گھر میں لے آئی تھی۔ بوتیک کی مالکن جس سے میں کام لیتی تھی اس نے مجھے کہا کہ اگر میں تمھیں ایک چھوٹی سے فیکٹری لگا دوں تو کیا تم یہ کام سنبھال سکو گی؟ میں نے کہا کیوں نہیں لہٰذا اس نے میرے اس گھر میں ہی مجھے کچھ مشینیں لگوا دیں اور کہا کہ اب تم مجھے میرا آرڈر پورا کروا کہ دیا کرنا۔ میں یہ کام خوش اسلوبی سے سرانجام دیتی آئی۔

بافضلِ خدا آج میرا ایک بیٹا میڈیکل سائنس کا فائنل امتحان دے رہا ہے اور دوسرا بیٹا بینک میں ملازمت کرتا ہے اور بیٹی کی شادی ہونے والی ہے۔ میرے بیٹے کہتے ہیں کہ ماں اب یہ کام چھوڑ دو لیکن میں یہ کام نہیں چھوڑوں گی جب تک مجھ میں ہمت ہے۔ اپنے لئے کچھ رقم اور کفن خرید رکھا ہے نہ جانے میری ماں کی طرح کب میں میرے بچوں پر بوجھ بن جاؤں۔ آج میری ماں زندہ نہیں ہے اور اب مجھے بھی مرنا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرے بچے نمازی ہیں اور میرا بہت احترام کرتے ہیں۔

بس میرا دوسری عورتوں کے لئے یہی پیغام ہے کہ وہ کبھی بھی کسی موڑ پر ہمت نا ہاریں اور کوشش کرتی رہیں کیونکہ ہمت کرنے والوں کا ساتھ خدا ضرور دیتا ہے۔

★

ہنسی گھر

☆شرط لگا کر حلوہ کھانے والے چار آدمیوں میں سے تین بے ہوش ہو گئے تو چوتھا زور زور سے رونے لگا۔ لوگوں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس آدمی نے کہا "اگر میں بھی بے ہوش ہو گیا تو باقی کا حلوہ کون کھائے گا۔"

☆راہگیر (رکشے والے سے) ریلوے سٹیشن جانے کے کتنے پیسے لوگے؟ رکشے والا بولا جی سو روپے لوں گا۔ راہگیر، پچاس روپے لے لو۔ بھلا پچاس روپے میں کوئی جاتا ہے رکشے والے نے کہا۔ تم پیچھے بیٹھو میں تمہیں لے کر جاتا ہوں راہگیر بولا

☆ ایک کسان بینک میں آیا اور دو ہزار روپے قرض طلب کیے۔ منیجر نے پوچھا: "کیا ضمانت دو گے؟" کسان نے کہا: "میرے پاس 24 گائیں ہیں۔" کسان کو رقم مل گئی۔ کچھ مدت بعد کسان بڑی رقم لایا اور اس میں سے دو ہزار روپے گن کر منیجر کو واپس کر دیے۔ منیجر نے کہا: "آپ باقی رقم بھی ہمارے پاس جمع کرا دیں۔" کسان نے اسے گھور کر دیکھا اور بولا: "تمہارے پاس کتنی گائیں ہیں؟"

☆ چوری کے ملزم نے عدالت میں اپنی صفائی میں کہا: "جناب! میں اس بھری دنیا میں اکیلا ہوں۔ کھانے کو روٹی نہیں، رہنے کو مکان نہیں اور بہت عرصے سے بے روزگار ہوں، اور نہ میرا کوئی دوست ہے۔" یہ سن کر جج نے کہا: "واقعی تمہاری کہانی بڑی دکھ بھری ہے، لہٰذا میں تمہیں ایسی جگہ بھیج رہا ہوں، جہاں تمہیں رہنے کی جگہ، دو وقت کا کھانا، دوست بنانے کا موقع ملے گا اور یہ سب کچھ سرکاری خرچ پر ہو گا۔" ملزم نے خوش ہو کر پوچھا: "کہاں؟" جج بولا: "سینٹرل جیل میں۔"

☆ فرانس کے سابق صدر پیرس میں تجریدی آرٹ کی ایک نمائش دیکھنے گئے، ان سے دریافت کیا گیا "تجریدی آرٹ کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں۔۔۔؟" سابق صدر نے جواب دیا "اپنی طویل زندگی میں صرف یہ سمجھ سکا ہوں کہ ہر شے کو سمجھنا ضروری نہیں۔

☆ایک نوجوان نے اپنی محبوبہ کے کم سن بھائی کو لالچ دیتے ہوئے کہا اگر تم اپنی بہن کے بالوں کی ایک لٹ مجھے لا دو تو میں تمہیں پانچ روپے انعام دوں گا۔ بچہ بولا: اگر آپ پچاس روپے دیں تو میں باجی کی پوری وگ لا کر دینے کو تیار ہوں۔

☆مالک (نوکر سے) میں نے تم سے کہا تھا، چاول مرغی کے بچے کو ڈال دو، تم نے بلی کو ڈال دیئے ہیں۔ نوکر: جناب! مرغی کا بچہ بلی کے پیٹ میں ہے۔

★

بوجھو تو جانیں

☆ سینہ چھلنی رنگت گوری
منہ میں دھاگا پاؤں میں ڈوری

☆ بن در کے ہے ایک حویلی
اس میں ہے اک جان اکیلی

☆ ہم نے اگلا، اس نے کھایا
تھو تھو کر کے پریم ہٹایا

☆ ہے شرط اس میں خاموش ہونا
چاندی تو کیا پھر ملتے ہے سونا

☆ بیٹی جا پہنچے بازار
بابا گھر کا چوکیدار

☆ ایک گھڑی قدرت نے بنائی
اور بنا چابی کے چلائی
انگلی اس کی ٹک ٹک سن کر
کانوں تک آواز نہ آئی

☆ اس کے ایک طرف ہے کھال
اک جانب ہیں اس کے بال
مٹی پھانکے دھول اڑائے
ہے بس اس کا یہی کمال

☆ جب بھی دسترخوان بچھایا
ایک ایسا مہمان بھی آیا
جوٹھا کر دے ہر کھانا
اور مشکل ہو اسے بھگانا

جوابات

۱: سیپ کا بٹن ۲: انڈہ میں چوزا ۳: اگلدان

۴: نیند : آنکھوں کا لوشن ۶: نبض

۷: فرش کا برش ۸: مکھی

★

گھریلو ٹوٹکے

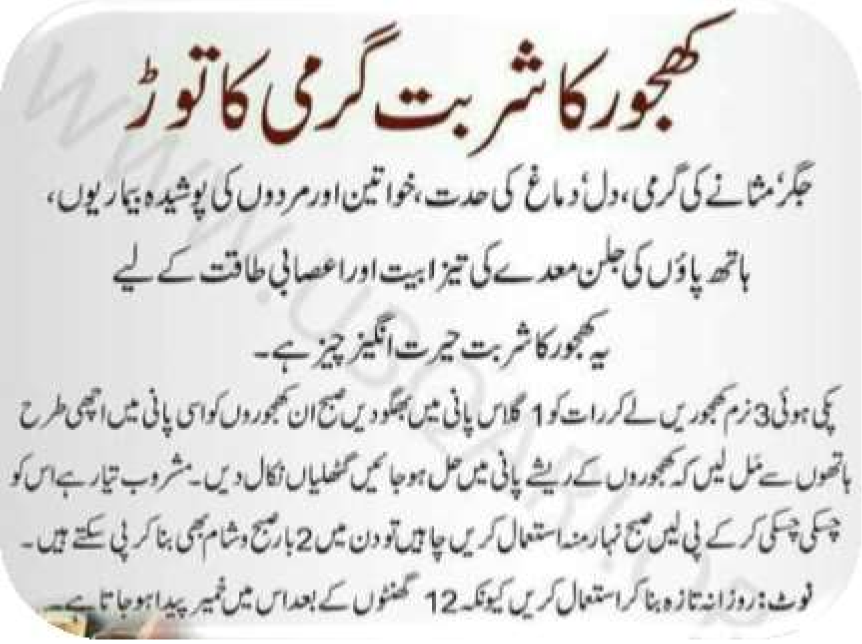

کھجور کا شربت گرمی کا توڑ

جگر، مثانے کی گرمی، دل، دماغ کی حدت، خواتین اور مردوں کی پوشیدہ بیماریوں،
ہاتھ پاؤں کی جلن معدے کی تیزابیت اور اعصابی طاقت کے لیے
یہ کھجور کا شربت حیرت انگیز چیز ہے۔

پکی ہوئی 3 نرم کھجوریں لے کر رات کو 1 گلاس پانی میں بھگو دیں صبح ان کھجوروں کو اسی پانی میں اچھی طرح ہاتھوں سے مَل لیں کہ کھجوروں کے ریشے پانی میں حل ہو جائیں گٹھلیاں نکال دیں۔ مشروب تیار ہے اس کو چسکی چسکی کر کے پی لیں صبح نہار منہ استعمال کریں چاہیں تو دن میں 2 بار صبح و شام بھی بنا کر پی سکتے ہیں۔

نوٹ: روزانہ تازہ بنا کر استعمال کریں کیونکہ 12 گھنٹوں کے بعد اس میں خمیر پیدا ہو جاتا ہے۔

بھوک نہ لگنے کا علاج

بھوک کم لگتی ہو تو آدھا چھوٹا چمچ کالی مرچ اور ایک بڑا چمچ شہد ملا کر کھالیں۔ روزانہ اس نسخے پر عمل کرنے سے بھوک لگنے لگے گی۔ بھوک بڑھانے کے لیے کھانے میں کالی مرچ کا استعمال مفید ہے۔

★

کھجور ...... فوائد سے بھرپور!
کھجور کھانے سے دل کے امراض دُور ہو سکتے ہیں۔ چند کھجوروں کو رات بھر پانی میں بھگو کر صبح نہار منہ ہفتے میں دو بار کھائیں، اس سے دل کو تقویت ملتی ہے۔
قبض ختم کرنے کے لئے کھجور بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔ یہ انتڑیوں کو متحرک کر کے اجابت لاتی ہے۔
کھجور کمزور اور دُبلے پتلے افراد کے لئے بہت مفید ہے۔ آدھا کلو دودھ میں چار کھجوریں روزانہ اُبال کر پی جائیں تو بدن فربہ ہو جاتا ہے۔

گیس ٹربل کا
فوری علاج
کھانے کو چبا چبا کر کھائیں اس سے گیس نہیں ہوتی۔
کھانے میں ہلدی، ادرک، کالی مرچ کا استعمال زیادہ سے زیادہ رکھیں۔
صبح ناشتے میں پانی یا دودھ میں اسپغول کا چھلکا گھول کر استعمال کریں۔
کھانے سے قبل پانی پئیں اور کھانے کھانے کے دو گھنٹے بعد پانی پئیں۔
روز نہار منہ لیموں پانی پینے سے پیٹ کا بھاری پن دور اور گیس آسانی سے خارج ہوتی ہے۔
کلونجی، دیسی اجوائن اور نمک سیاہ ہم وزن لے کر باریک کر کے مکس کر لیں اور کھانے کے ایک گھنٹے بعد آدھی چمچی ہمراہ پانی استعمال کریں۔

کھانا خزانہ

HUM
مصالحہ
سیسمی چلی گارلک پوٹیٹوز
LAZZAT
اجزاء:
اُبلے آلو 750 گرام
سوس کے لیے اجزاء:
تیل 2 کھانے کے چمچے
نمک حسب ضرورت
کرش ادرک لہسن 1 کھانے کا چمچہ
چلی گارلک سوس 3/4 کپ
کُٹی کالی مرچ 1/2 چائے کا چمچہ
چوپڈ ہری مرچ 1 کھانے کا چمچہ
چوپڈ شملہ مرچ 4 کھانے کے چمچے
چکن پاؤڈر 1 چائے کا چمچہ
چوپڈ ٹماٹر 1 کھانے کا چمچہ
سفید تل چھڑکنے کے لیے
ترکیب:
تیل گرم کرکے اس میں کرش ادرک لہسن اور چوپڈ ہری مرچ فرائی کریں۔ پھر اس میں چلی گارلک سوس، کُٹی کالی مرچ، نمک اور چکن پاؤڈر ملا دیں۔ ساتھ ہی اُبلے فرائی آلو شامل کرکے اچھی طرح مکس کریں۔ اس کے بعد چوپڈ شملہ مرچ اور چوپڈ ٹماٹر ڈال کر مکس کرلیں۔ آخر میں نکال کر سفید تل سے گارنش کرلیں۔
Broadcast Date: 2nd June-2021

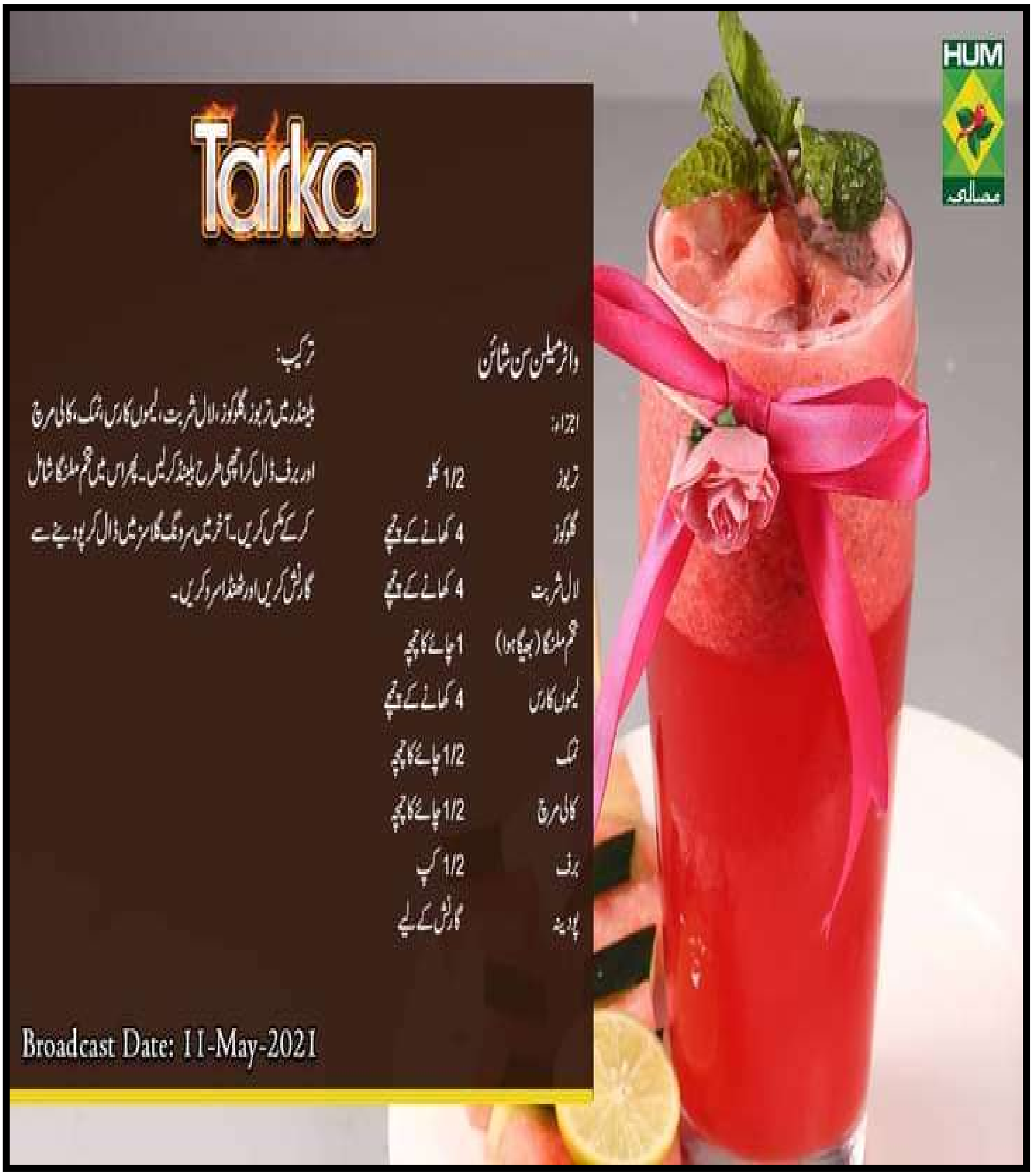

HUM
مصالحہ
Tarka
واٹرمیلن سن شائن
اجزاء:
تربوز 1/2 کلو
گلوکوز 4 کھانے کے چمچ
لال شربت 4 کھانے کے چمچ
تخم ملنگا (بھیگا ہوا) 1 چائے کا چمچ
لیموں کا رس 4 کھانے کے چمچ
نمک 1/2 چائے کا چمچ
کالی مرچ 1/2 چائے کا چمچ
برف 1/2 کپ
پودینہ گارنش کے لیے
ترکیب:
بلینڈر میں تربوز، گلوکوز، لال شربت، لیموں کا رس، نمک، کالی مرچ
اور برف ڈال کر اچھی طرح بلینڈ کر لیں۔ پھر اس میں تخم ملنگا شامل
کر کے مکس کریں۔ آخر میں سرونگ گلاس میں ڈال کر پودینے سے
گارنش کریں اور ٹھنڈا سرو کریں۔
Broadcast Date: 11-May-2021

بیت بازی

ع اُسی وادی میں تم اب جادہ پیما ہو جہاں میں تھا
زمانے کی بھری محفل میں تنہا ہو جہاں میں تھا

ع جراحت تحفہ، الماس ارمغاں، داغِ جگر ہدیہ
مبارک باد اسدؔ، غمخوارِ جانِ دردمند آیا

ع عجیب کرب و بلا کی ہے رات آنکھوں میں
سسکتی پیاس لبوں پر فرات آنکھوں میں

ع ہر چند ہم ایسے بھی جہاں تاب نہیں تھے
کب ماتھے پہ روشن کبھی مہتاب نہیں تھے

ع کون دیکھے گا بھلا میرے خدا میرے بعد
رنگ لائے گی اگر میری دعا میرے بعد

ع جنگ کی آگ دنیا میں جب بھی جلی
امن کی لوریاں تم سناتے رہے
جب بھی تخریب کی تُند آندھی چلی
روشنی کے نشاں تم دکھاتے رہے
تم سے انساں کی تہذیب پھولی پھلی
تم مگر ظلم کے تیر کھاتے رہے

ع تغافل کا کروں ان سے گلہ کیا
وہ کیا جانیں جفا کیا ہے وفا کیا؟
محبت میں تمیزِ دشمن و دوست!
یہاں نا آشنا کیا، آشنا کیا
زمانے بھر سے میں کھو گیا ہوں
تمہیں پا کر مجھے آخر ملا کیا
پھریں مجھ سے زمانے کی نگاہیں
پھری مجھ سے نگاہِ آشنا کیا
وفا کے مدّعی! افسوس افسوس!
تجھے بھی بھول جانا آ گیا کیا
نہ مانی ہے نہ مانیں گے تری بات
حفیظ ان سے تقاضائے وفا کیا

مسنون اذکار

صلوۃ الحاجت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً یہ روایت ہے کہ جسے کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ کسی مخفی مقام پر جائے جہاں کوئی اسے نہ دیکھے، اچھی طرح وضو کرے چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ:

پہلی رکعت	سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص	10 مرتبہ
دوسری رکعت	سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص	20 مرتبہ
تیسری رکعت	سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص	30 مرتبہ
چوتھی رکعت	سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص	40 مرتبہ
05	سلام پھیرنے کے بعد سورۃ اخلاص	50 مرتبہ
06	اسکے بعد کوئی سا درود شریف	70 مرتبہ
07	اسکے بعد لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم	70 مرتبہ

(پھر دعا مانگے) اگر اس پر قرضہ ہوگا تو قرضہ ادا ہوگا، وطن سے دور ہو وطن پہنچ جائے گا، آسمان بھر گناہ ہونگے معاف ہو جائیں گے، اگر اولاد نہ ہو تو اولاد ہوگی۔ غرض اس کی ہر دعا قبول ہوگی۔

القول البدیع ص:- ۲۲۴---زاد مومن ص:- ۳۰۳

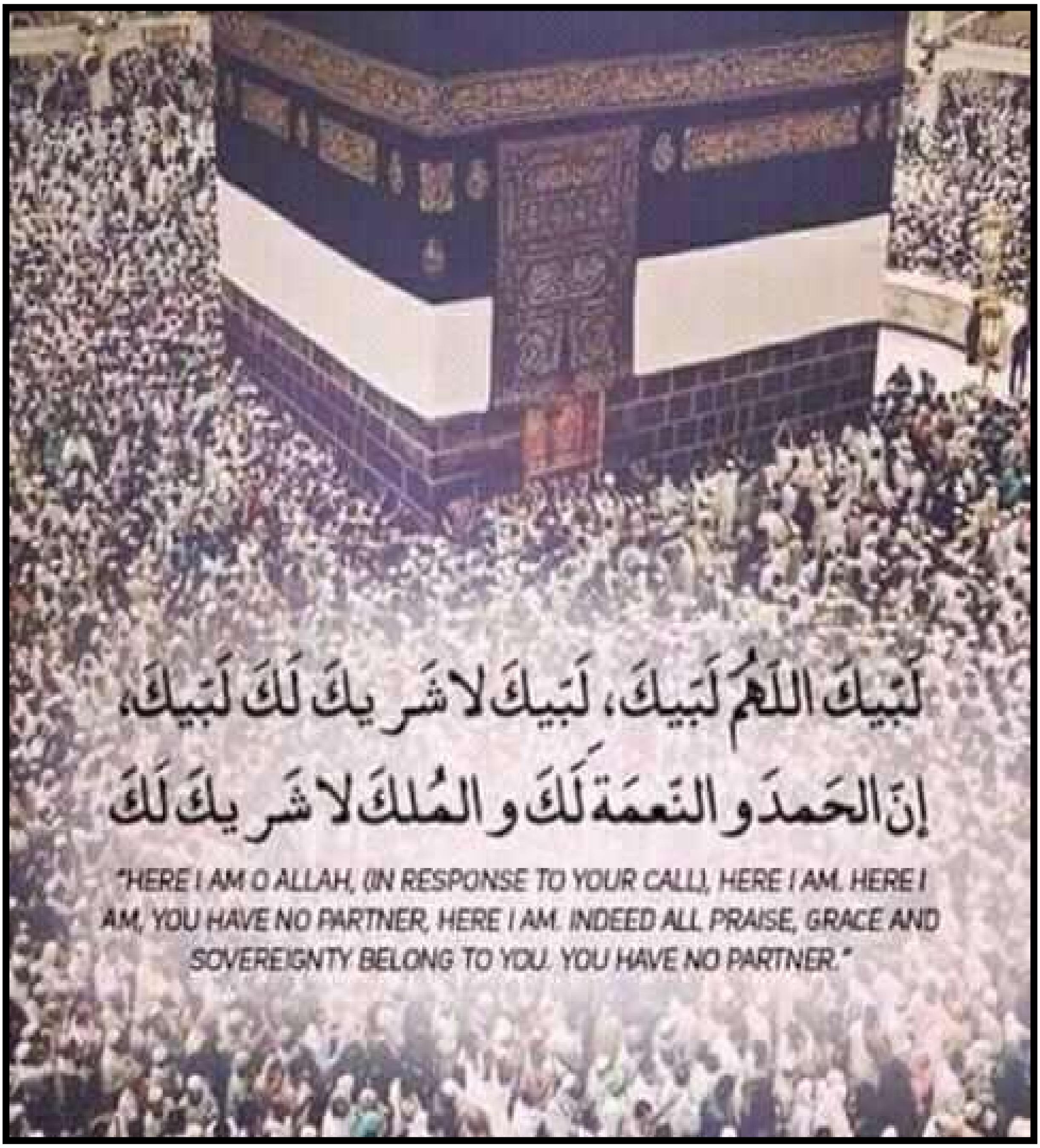
لَبيكَ اللّهُمَّ لَبيكَ، لَبيكَ لا شَريكَ لَكَ لَبيكَ،
إنَّ الحَمدَ و النِّعمَةَ لَكَ و المُلكَ لا شَريكَ لَكَ
"HERE I AM O ALLAH, (IN RESPONSE TO YOUR CALL), HERE I AM. HERE I AM, YOU HAVE NO PARTNER, HERE I AM. INDEED ALL PRAISE, GRACE AND SOVEREIGNTY BELONG TO YOU. YOU HAVE NO PARTNER."

★